تجلیاتِ اقبال

(فرموداتِ اقبال)

مرتبہ

محمد حیات خاں سیال

شمیم حیات سیال

ناشر

نذر سنز

۲۲۱ سرکلر روڈ۔ نزد اردو بازار۔ لاہور ۲

ناشر : ایس ایم شفیق
اشاعت : ستمبر ۱۹۷۷ء
مطبع :
کتابت : سلطان بیگ ابن بشیر رقم جھنگ شہر

ڈاکٹر سید صفدر حسین زیدی

اور

ڈاکٹر سید سخی احمد ہاشمی

کے نام

ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

علامہ اقبال ہمارے قومی شاعر اور نابغۂ روزگار تھے۔ ان کا کلام صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں عالم انسانیت کے لئے مشعلِ ہدایت ہے۔ لیکن جیسا کہ انہوں نے خود کئی جگہ وضاحت فرمائی شعر ان کے مقاصد و نظریات کے اظہار کا ذریعہ تھا ان کے نظریات و خیالات ان کی نثری تحریروں میں بھی بکھرے پڑے ہیں۔ چنانچہ ان تمام نثری تحریروں کا جن میں مقالات۔ خطبات تقاریر۔ گفتگوئیں۔ خطوط وغیرہ شامل ہیں بنظر غائر مطالعہ کیا گیا اور ان کا نچوڑ اس کتاب کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

آسانی کے لئے علامہ اقبال کے ان نظریات کو کئی عنوانوں کے تحت تقسیم کر دیا گیا ہے امید ہے کہ اقبال کو سمجھنے میں ہماری یہ کوشش کسی حد تک مفید ثابت ہو گی۔

ہم ان تمام مصنفین اور مضمون نگاروں کے ممنون ہیں جن کی کتابوں سے اس سلسلے میں استفادہ کیا گیا ہے۔

شمیم حیات سیال
ایم اے۔

محمد حیات خاں سیال
سول لائن ۔ جھنگ صدر

تعارف

ہر چند شاعری کے بارے میں یہ بات درست ہے کہ حریرِ خامہ نوائے سروش ہے اور سارے مضامین عالمِ غیب سے آتے ہیں بعینہٖ جیسے سحر کے وقت پھول کی پتی پر شبنم کا نزول ہوتا ہے تاہم اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی غلط نہیں کہ ایک عظیم شاعر اس لئے عظیم ہوتا ہے کہ قدرت نے اسے وہبی صلاحیت کے علاوہ اخذ و اکتساب کی صلاحیت سے بھی نوازا ہوتا ہے۔

گویا وہبی صلاحیت اور اسکالرشپ کی آمیزش ہی سے عظمت کے نقوش اجاگر ہوتے ہیں غالب اور اس کے بعد اقبال کے سلسلے میں یہ بات سو فی صد درست ثابت ہوئی ہے مگر المیہ یہ ہے کہ اکثر لوگ اقبال کی شاعری پر تو سر دھنتے ہیں مگر وہ یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ اس شاعری کے عقب میں خود شاعر کی سوچ اور مطالعہ نے کیسے کیسے میدان سر کئے ہیں۔

پروفیسر محمد حیات خان سیال کو اس المیہ کی شدت کا احساس تھا۔ چنانچہ اسی لئے انہوں نے اقبال کے مطالعہ کی وسعت کو اجاگر کرنے کے لئے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ اقبال کی ہمہ جہت سوچ کے نمونے یکجا کر دئے جائیں:

میری رائے میں اقبالیات کے سلسلے میں پروفیسر محمد حیات خان سیال کی یہ کاوش ہر اعتبار سے قابلِ قدر ہے۔

ڈاکٹر وزیر آغا

"تجلیاتِ اقبال" تفہیمِ اقبال کے سلسلے میں ایک قابلِ قدر کوشش اور اقبال شناسی کی روایت میں اس اعتبار سے بالکل نئے گوشے کی دریافت ہے کہ مرتب نے پہلی بار موضوعاتی ترتیب کے ساتھ علامہ اقبال کے افکار و خیالات کو یکجا کیا ہے۔

بظاہر ترتیب و تالیف کا کام آسان نظر آتا ہے لیکن واقعتاً ایسا نہیں۔ سیال صاحب کو اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا ہے جب کہیں جاکر یہ گہر پارے یکجا ہو سکے ہیں۔

"حیات و کائنات کے بارے میں علامہ اقبال کے مجموعی افکار اور ان کی قیمتی آراسے —— یقین ہے طلبہ و طالبانِ ادب بدرجۂ اتم فیضیاب ہوں گے۔ اور یہ کتاب بطور حوالہ ان کی رہنمائی کرے گی۔

صہبا لکھنوی

کراچی

۲۰ رجون ۱۹۷۷ء

وہ خیالات جو میری روح کی گہرائیوں میں طوفان بپا کیے ہوئے ہیں
عوام پر ظاہر ہو جائیں تو مجھے یقین ہے کہ میری موت کے بعد میری پرستش ہوگی

(علامہ اقبال کا خط عطیہ کے نام - ۱۹۰۹ء)

اگر یک قطرہ خوں داری اگر مشتِ پرے داری
بیا من با تو آموزم طریقِ شاہبازی را

اقبال کی نثر ہمارے سامنے ایک معیار ایک مثال اور ایک عظیم روایت پیش کرتی ہے کہ قومی مسائل پر سوچ بچار اور اظہار خیال کیونکر ہونا چاہیئے۔ ان کی شاعری بلاشبہ ایک دنیا کا دل موہ چکی ہے تاہم شعر آخر شعر ہے اور اپنے تمام حسن و سحر کے باوجود اس میں وہ وضاحت و صراحت اور وہ روشنی و قطعیت پیدا نہیں ہوسکتی جو فقط اوّل درجے کی نثر کا حصّہ ہے۔ شعر کیسا ہی اعلےٰ پائے کا کیوں نہ ہو، جذبات کی آنچ اور اختصار کے نقص سے پاک نہیں ہوسکتا۔ ادھر قومی مسائل کا بالکل جدید زمانے میں، اقتضایہ ہے کہ ان جذبات سے ہٹ کر ٹھنڈے دل سے پوری وضاحت اور روشن دلائل کے ساتھ گفتگو کی جائے تاکہ اس سے محض دل متاثر نہ ہوں بلکہ دماغ بھی قائل و مطمئن ہوں، اقبال نے اپنے شعر سے دلوں کو گرمایا لیکن اپنی نثر کے ذریعے انہوں نے قومی مسائل کو ٹھنڈے دل اور گہری نظر کے ساتھ سمجھنے اور متانت اور معقولیت کے ساتھ بیان کرنے کی ایک اعلےٰ روایت سے ہمیں سرفراز کیا ہے۔

(پروفیسر محمد عثمان)

"میں اقبال کو اسلامی مجاہدوں عالموں اور ادیبوں کی نو
سو سالہ جدوجہد کا خلاصہ اور نچوڑ جانتا ہوں اور اس بوستاں کا
پکا ہوا میوہ سمجھتا ہوں"

(ملک الشعراء بہار - یوم اقبال ۱۹۵۰)

آرٹ

ع جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا
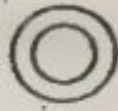
فن ایک مقدس مجبوری ہے

(تنقیدات فکر اقبال ص ۶۵)

فن جب اخلاقیات اور حیاتیات سے علیحدہ ہوتا ہے تو وہ بہت جلد مخرب اخلاق بن جاتا ہے۔ اعلیٰ مقاصد کی تکمیل کے لیے جمالیات کے کسی فن کو لوگے تو وہ اپنے بہترین مدارج طے کرے گا اور قوم و ملت میں ایک نئی روح پھونک دے گا لیکن وہی فن جب ان مقاصد سے بچھڑ جائے گا تو قوم و ملت کے حق میں زہر قاتل بنے گا۔

(اقبال کے علمی جواہر پارے ص ۳۹)

جب کوئی قوم زوال آمادہ ہو جاتی ہے تو ٹھوس چیزوں سے۔ مغز سے معنی سے بیگانہ ہو جاتی ہے۔ چھلکے سے شکل سے وابستگی بڑھ جاتی ہے۔ یعنی آرٹ کم زوال پذیر ہے۔

(ملفوظات اقبال ص ۱۸۹)

جو آرٹسٹ زندگی کا مقابلہ کرتا ہے وہ انسانیت کے لیے باعث برکت ہے وہ تخلیق میں خدا کا ہمسر ہے اور اس کی روح میں زمانہ اور ابدیت کا پرتو منعکس ہوتا ہے

(دیباچہ مرقع چغتائی)

سائنس - فلسفہ - مذہب - ان سب کی حدیں متعین ہیں - صرف فن ہی لامحدود ہے

(شذراتِ فکرِ اقبال صـ ۱۱۰)

آرٹ اقوامِ عالم کی زندگی کا عکس ہے کسی قوم کے آرٹ کو دیکھ کر اس قوم کی نفسیاتی کیفیتوں کا صحیح نقشہ کھینچا جا سکتا ہے لیکن آرٹ زندگی کا مظہر ہی نہیں زندگی کا آلہ کار بھی ہے اور سچا آرٹسٹ وہ ہے جو اپنے کمال کو بنی نوعِ انسان کی بہتری کے لیے وقف کر دے۔

(انوارِ اقبال صـ ۲۵)

عوام کی ضرورت بحیثیت مجموعی کسی ایک فردِ واحد کی ضروریات سے کہیں زیادہ اہم ہوتی ہیں خواہ اس کی تصانیف عامۃ الناس کے لیے روحانی فیضان کا ذریعہ ہی کیوں نہ ہوں، ایک اور شخص اور اس کی ضروریات ختم ہو جاتی ہیں لیکن عوام اور ان کی ضروریات ہمیشہ باقی رہتی ہیں

(۱۹۳۶ء میں کیے ذرپیش کیے جانے پر انکار)

مسلمان جہاں پہنچے وہیں کی موسیقی قبول کر لی بلکہ یہ واقعہ ہے کہ فنِ تعمیر کے سوا فنونِ لطیفہ میں سے کسی میں بھی اسلامی روح نہیں آتی۔

(ذکرِ اقبال صـ ۲۵۲)

آرٹ زندگی کے ماتحت ہے ہر چیز کو انسان کی زندگی کے لیے وقف ہونا چاہیئے اور اس لیے ہر وہ آرٹ جو زندگی کے لیے مفید ہو اچھا اور جائز ہے اور جو زندگی کے خلاف ہو۔ جو انسانوں کی

ہمت کو پست اور ان کے جذبات عالیہ کو مردہ کرنے والا ہو قابلِ نفرت و پرہیز ہے اس کی ترویج حکومت کی طرف سے ممنوع قرار دینی چاہیئے۔

(ملفوظاتِ اقبال ص۱۴۵)
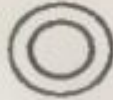
فن کار کو اپنی ذات سے چل کر کائنات تک پہنچنا چاہیئے اور کثرت میں وحدت جلوت میں خلوت اور اجتماعی بیخودی میں انفرادی خودی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے۔ اس لیے کہ یہ مادی کائنات مٹی کی طرح ہر شے کو جذب اور ہضم کر لینا چاہتی ہے چنانچہ ادب و فن کے وہی شاہکار دوامی اور حقیقی کہے جا سکتے ہیں جن میں مادیت سے روحانیت کی طرف گریز اور مادیت پر فتحمندی ملتی ہو۔

(نقوشِ اقبال ص۱۰۵)

میرا تو یہی عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کا لٹریچر تمام ممالک اسلامیہ میں قابلِ اصلاح ہے۔ قنوطی ادب کبھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ قوم کی زندگی کے لیے اس کا اور اس کے لٹریچر کا رجائی ہونا ضروری ہے۔

(اقبال نامہ ص۵۵)

ہندوستانی موسیقی میں المیت کا عنصر بہت غالب ہے اور ذوقِ حیات اس سے پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔

(آثارِ اقبال بروایت خواجہ عبدالحمید)
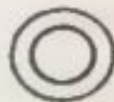
ہندو قوم کی تباہی میں اس کے فن موسیقی کا بہت حصہ رہا ہے

(ملفوظاتِ اقبال ص۱۴۵)

کسی قوم کی روحانی صحت کا دار و مدار اس کے شعرا اور فنکار کی الہامی صلاحیت پر ہوتا ہے۔
کسی زوال پذیر آرٹسٹ کی تخلیقی تحریک اگر اس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اپنے نغمے یا تصویر سے لوگوں کے دل لبھا سکے۔ قوم کے لیے بہ نسبت چنگیز خان کے لشکروں کے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔

(دیباچہ مرقع چغتائی)

آرٹ زندگی کا مظہر ہی نہیں زندگی کا آلۂ کار بھی ہے

(انوارِ اقبال صـ ۳۵)

قوموں کے اخلاق کو خراب کرنے والی چیزوں میں سے ایک نہایت خطرناک بلکہ مہلک چند وہ نظریہ ہے جسے فن برائے فن کہتے ہیں۔

(اقبال کے چند جواہر ریزے صـ ۳۸)

آرٹ کی غرض محض احساسِ حُسن پیدا کرنا ہے۔

(ملفوظات صـ ۱۴۴)

قرآن

گر تو می خواهی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

میں اعتقادی امور میں صرف قرآن پر انحصار رکھتا ہوں۔

(البیان اقبال نمبر دسمبر ۱۹۳۹ء)

دیکھو تم ہی کو اب یہاں رہنا ہے ہم تو مسافر ہیں یاد رکھو مسلمانوں کے لیے جائے پناہ صرف قرآن پاک ہے۔ زمانے کے ساتھ ضرور چلنا چاہیئے لیکن اپنے دامن کو اس کے بد اثرات سے آلودہ نہ ہونے دو۔ میں اس گھر کو صد ہزار تحسین کے قابل سمجھتا ہوں جس گھر سے علی الصبح تلاوت قرآن مجید کی آواز آئے۔ کلام مجید کا صرف مطالعہ ہی نہ کیا کرو بلکہ اس کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

انقلاب۔ ۳ فروری ۱۹۳۸ء (گفتار اقبال صہ ۲۱۳)

قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیئے تاکہ قلب محمدی نسبت پیدا کرے۔ اس نسبت محمدیہ کی تولید کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں خلوص دل کے ساتھ محض قرأت کافی ہے۔

(بحوالہ سیرت اقبال صہ ۱)

قرآن مجید کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے اندران گوناگوں روابط کا ایک اعلیٰ اور برتر شعور پیدا کرے جو اس کے اور کائنات کے درمیان قائم ہیں۔

(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ صہ ۱۳)

اگر کبھی پڑھتا ہوں تو صرف قرآن یا مثنوی روم۔ افسوس ہے ہم اچھے زمانے میں پیدا نہیں ہوئے۔

(خط بنام عرشی۔ ملفوظات صہ ۳۴)
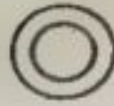
ہر فرد اور ہر جماعت اس امر کا مجاز ہے کہ وہ اپنے عقائد کے مطابق آزادانہ ترقی کرے وہ فرقہ داری جو دوسری قوموں سے نفرت اور ان کی بدخواہی کی تعلیم دے اس کے ادنیٰ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ میں دوسری قوموں کے رسوم و قوانین اور ان کے معاشرتی اور مذہبی اداروں کی دل سے عزت کرتا ہوں بلکہ بحیثیت مسلمان میرا یہ فرض ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو احکام قرانی کے اقتضا میں ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کروں۔

(خطبۂ صدارت الہ آباد ۱۹۳۰ء)

اس وقت میرا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تعلیمات قرآن کے مطابق نہیں ہیں اور نہ کسی تاویل و تشریح سے اس کے مطابق ہو سکتی ہیں لیکن یہ بالکل ممکن ہے کہ میں نے شیخ کا مفہوم غلط سمجھا۔ کئی سالوں تک میرا یہ خیال رہا ہے کہ میں غلطی پر ہوں گو اب میں سمجھتا ہوں کہ میں ایک قطعی نتیجے پر پہنچ گیا ہوں۔

(انوار اقبال ص۱۴۵)

" قرآن سر تا سر ہدایت ہے اور ہر حال میں ہمارا رہنما "

(اقبال کے حضور حصہ اول ص۵۴)

تمنا ہے کہ مرنے سے پہلے قرآن کے متعلق اپنے افکار قلمبند کر جاؤں جو تھوڑی سی ہمت اور طاقت ابھی مجھ میں پائی جاتی ہے اسے اسی خدمت کے لیے وقف کر دینا چاہتا ہوں' تا کہ قیامت کے دن حضور رسالت مآب کی زیارت مجھے اطمینان خاطر کے ساتھ میسر ہو۔ اگر مجھے حیات مستعار کی بقیہ گھڑیاں وقف کر دینے کا سامان میسر آئے تو میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کے ان افکار سے بہتر کوئی پیشکش مسلمانان عالم کو نہیں کر سکتا۔

(ملاقات۔ غلام بھیک نیرنگ)

قرآن کو اس زاویۂ نگاہ سے مت پڑھو کہ تمہیں فلسفے کے مسائل سمجھائے گا اسے اس زاویۂ نگاہ سے پڑھو کہ اللہ تعالیٰ سے میرا کیا رشتہ ہے اور کائنات میں میرا کیا مقام ہے۔

(روزگار فقیر جلد اول صہ ۱۰۹)

قرآن کامل کتاب ہے اور خود اپنے کمال کا مدعی ہے لیکن ضرورت ہے کہ اس کے کمال کو عملی طور پر ثابت کیا جائے کہ سیاسیات انسانی کے لیے تمام ضروری قواعد اس میں موجود ہیں۔

(سید سلیمان ندوی کے نام خط)

جس قدر انسان کا ذوق و وجدان اور اخلاق و روحانیت ترقی کرتے جائیں گے اسی قدر اس پر قرآن کے مطالب آشکار ہوتے جائیں گے۔

(ملفوظات عرشی صہ ۴۰)

وہ لوگ جنہوں نے تعلیم کا یہ اصل الاصول قائم کیا تھا کہ ہر مسلمان بچہ کی تعلیم کا آغاز قرآن مجید کی تعلیم سے ہونا چاہیئے وہ ہمارے مقابلہ میں ہماری قوم کی ماہیت و نوعیت سے زیادہ باخبر تھے۔

(ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر مقالات اقبال صہ ۱۳۴)

قرآن صرف الہیات کی کتاب نہیں بلکہ اس میں انسان کے معاش اور معاد کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے پوری قطعیت سے کہا گیا ہے یہ اور بات ہے کہ اس کا تعلق الہیات ہی کے مسائل سے ہے۔

(قرآن اور اقبال از ابو محمد مصلح)

اِسلام

ع اِسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

اگر ہم اچھے دکاندار اچھے اہل حرفہ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اچھے شہری پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ انہیں اوّل پکا مسلمان بنائیں۔

(ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر)

میرے کلام کا مخرج صرف اسلامی ادب میں تلاش کرنے کی ضرورت ہے اگر کسی تحقیق کی توفیق ہو تو خود ہی کیا میرے تمام افکار کا منبع اسلامی ادب میں مل سکتا ہے۔

(اقبال درون خانہ ص ۹۸)

یقین ایک عظیم قوت ہے۔ (شذرات فکر اقبال ص ۷۰)

اسلام کا مذہبی نصب العین اس کے معاشرتی نظام سے جو خود اسی کا پیدا کردہ ہے الگ نہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔

(خطبہ صدارت الہ آباد ۱۹۳۰ء)

مذہب بے حد ضروری چیز ہے۔ مذہب عرفان و ایقان کا نام ہے

(گفتار اقبال ص ۲۵۵)

اگر مذہبی پہلو سے اسلامی زندگی کو دیکھا جائے تو وہ قربانیوں کا ایک عظیم الشان سلسلہ معلوم ہوتی ہے

(انوار اقبال ص ۲۷۸)
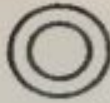
دنیائے اسلام کے پیش نظر ایک عالمگیر نظام سیاست ہے جس کی اساس وحی و تنزیل پر ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ چونکہ ہمارے فقہا کو عرصہ دراز سے عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رہا اور وہ عہد جدید کی داعیات سے بالکل بیگانہ ہیں۔ لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم اس میں از سرِ نو قوت پیدا کرنے کے لیے اس کی ترکیب و تعمیر کی طرف متوجہ ہوں۔

(خطبہ صدارت الٰہ آباد ۱۹۳۰ء)

”جو شخص قرآنی نقطۂ نگاہ سے زمانۂ حال کے جورس پروڈنس (Juris - prudence) پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکامِ قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا۔ وہی اسلام کا مجدد ہوگا اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا۔

(سید سلیمان ندوی کے نام۔ اقبال نامہ)

میرے نزدیک اسلام نوعِ انسان کی اقوام کو جغرافی حدود سے بالاتر کرنے اور نسل و قومیت کی مصنوعی مگر ارتقائے انسانی کے ابتدائی مراحل میں مفید امتیازات کو مٹانے کا ایک عملی ذریعہ ہے۔

(خطوطِ اقبال صہ ۱۶۵)

کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اسلام کو بطور اخلاقی تخیل کے تو برقرار رکھیں لیکن اس کے نظامِ سیاست کی بجائے ان قومی نظامات کو اختیار کرلیں جن میں مذہب کی مداخلت کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔

(خطبۂ صدارت الٰہ آباد ۱۹۳۰ء)

مذہب کے عزائم فلسفہ سے بلند تر ہیں فلسفہ عبارت ہے حقائق کے عقلی ادراک سے، لہٰذا وہ کسی ایسے تصور سے آگے نہیں بڑھتا جو ہمارے محسوسات و مدرکات کی گوناگوں دنیا کو ایک نظام میں مدغم کردے۔ وہ

گویا دور ہی سے خفیف کا مشاہدہ کرتا ہے برعکس اس کے مذہب اس سے قریب اتصال کا آرزومند ہے۔ ایک نظریہ یہ ہے۔ دوسرا حقیقت، تقرب اور اتصال لیکن یہ تقرب اور اتصال جب ہی ممکن ہے کہ فکر اپنے حدود سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے جس میں اسے کامیابی ہوگی۔ تو اس ذہنی ورزش کی بدولت جسے مذہب نے دعا سے تعبیر کیا ہے اور جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب مبارک پر تا دم آخر موجود تھی۔

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ صہ ۹۲)

اسلامی علوم وفنون اور اسلامی حکایات و روایات کا چشمہ بہت کم گدلا ہوا ہے تو ترکان عثمان کے ہاں۔ ورنہ جس زمین سے بھی اسلام کا چشمہ گزرا اس کو گدلا کر دیا گیا اس کا رخ پھیر دیا گیا ہے۔

(ملفوظات - عابد علی عابد - صہ ۱۹۸)

سوشلزم کے معترف ہر جگہ مذہب اور اس کی روحانیت کے مخالف ہیں۔ وہ مذہب کو افیون تصور کرتے ہیں۔ لفظ افیون اس ضمن میں سب سے پہلے کارل مارکس نے استعمال کیا تھا۔

(خط بنام غلام السیدین - اقبال نامہ صہ ۳۱۸)

ہر دستور العمل جو غیر اسلامی ہو نا معقول اور مردود ہے۔

(مولانا حسین احمد مدنی کے نام)

ہماری جماعت کا شیرازہ اسی وقت تک بندھا سکتا ہے جب تک کہ مذہب اسلام اور تہذیب اسلام کو ہم پر قابو رہے۔

(خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس ۱۹۳۲ - لاہور)

اسلام خدا کی اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے تخت و تاج کی اطاعت کا نہیں۔

(فیضانِ اقبال ص ۳۱۳)

میرا ذاتی خیال ہے کہ روسی لوگ فطرتاً لا مذہب نہیں ہیں روس کے مزاج کی موجودہ منفی حالت غیر معینہ عرصہ تک نہیں رہے گی۔ یہ اسلیے کہ کسی سوسائٹی کا انتظام دہریت کی بنیاد پر دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔

(سر فرانسیس کے نام خط ۱۹۳۰ء)

اگر کسی وقت کوئی مسئلہ بالکل نیا پیش آئے جس کا شریعت نے اس سے پہلے کبھی فیصلہ نہ کیا ہو۔ اس صورت میں اجماعِ امت ایک مزید منبع قانون تصور کیا جائے گا۔

(مضمون خلافت اسلامیہ۔ مقالات اقبال ص ۹۳)

لغوی اعتبار سے تو اجتہاد کے معنی ہیں کوشش کرنا لیکن فقہ اسلامی کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے وہ کوشش جو کسی قانونی مسئلے میں آزادانہ رائے قائم کرنے کے لیے کی جائے۔

(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ص ۲۳۸)

"مسلمان ایک ایسا پتھر ہے کہ جس پر گرتا ہے اُسے پاش پاش کر دیتا ہے جو اس پر گرتا ہے پاش پاش ہو جاتا ہے۔"

(روزگار فقیر جلد اوّل ص ۸۳)

مذہب بغیر قوت کے محض ایک فلسفہ ہے ۔

(اکبر الہ آبادی کے نام خط ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

مذہب کا مقصود عمل ہے نہ کہ انسان کے عقلی اور دماغی تقاضوں کو پورا کرنا ۔

(مکاتیب اقبال ص ۶)

دراصل مذہب اور سائنس کی منزل مقصود اگر ان کے منہاجات ایک دوسرے سے مختلف ہیں ، ایک ہے ۔ دونوں کی آرزو ہے کہ حقیقت کی تہ اور کنہ تک پہنچیں ۔

(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ص ۳۰۲)

جس دین کے تم علمبردار ہو وہ فرد کی قدر و قیمت کو تسلیم کرتا ہے اور اس کی اس طرح تربیت کرتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ خدا اور بندوں کی خدمت میں صرف کر دے ۔ اس دین قیم کے ممکنات ابھی ختم نہیں ہوئے ۔ یہ دین اب بھی ایک نئی دنیا پیدا کر سکتا ہے جس میں غریب امیروں سے ٹیکس وصول کریں ۔ جس میں انسانی سوسائٹی معدوں کی مساوات پر نہیں بلکہ روحوں کی مساوات پر قائم ہو ۔

(ذکر اقبال ص ۱۶۳)
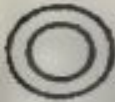
ایک جمعیت علماء قائم کی جائے جس میں مسلمان قانون دان شامل ہوں جنہوں نے جدید قانونی تعلیم حاصل کی ہو۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ شرع اسلام کی حفاظت کی جائے۔ اس کو وسعت دی جائے اور اگر ضروری ہو تو حالات جدیدہ کی روشنی میں نئے سرے سے اس کی تعبیر و تاویل کی جائے جس میں اس کے اصول اساسی کی سپرٹ کی خلاف ورزی ہرگز نہ ہونے پائے

(خطبۂ صدارت "انقلاب" ۱۲ مارچ ۳۲ء)

میں مسلمان ہوں موت سے نہیں ڈرتا

(۲۰ اپریل ۱۹۳۸ء)

اسلام انسان کو ایک زندہ شخصیت (spiritual & organic being) تصور کرتا ہے اور یہ تصور قرآن میں نہ صرف اسی ارضی زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے بلکہ حشر اور حیات بعد الموت کے لیے بھی قائم رہتا ہے۔ چنانچہ حیات بعد الموت میں انسان کے لیے جو جزا اور سزا مقرر ہے جس کا ذکر قرآن میں بار بار آتا ہے وہ روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی۔

(آثار اقبال ص ۳)

میرے نزدیک تبلیغ اسلام کا کام تمام کاموں پر مقدم ہے۔ اگر ہندوستان میں مسلمانوں کا مقصد سیاسیات "محض آزادی اور اقتصادی بہبودی ہے اور حفاظت اسلام اس کا مقصد کا عنصر نہیں ہے جیسا کہ آج کل کے قوم پرستوں کے رویے سے معلوم ہوتا ہے تو مسلمان اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

(خط بنام غلام بھیک نیرنگ ۵ دسمبر ۱۹۲۸ء)
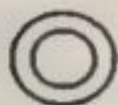
اسلام محض انسان کی انفرادی اخلاقی اصلاح کا داعی نہیں بلکہ عام بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے جو اس کے قومی اور نسلی نقطۂ نگاہ کو بدل کر اس میں خالص انسانی ضمیر کی تخلیق کرے۔

(حرفِ اقبال صـ ۲۵۱)
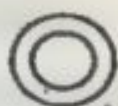
اسلام ہی وہ بہترین سانچہ ہے جس میں فوق البشر ڈھلتے ہیں۔

(ملفوظات ــــ الطاف حسین)

اسلام لوازمِ حیات کا شیرازہ بند ہے - اسلام ہی وہ ائتلاف (Synthesis) ہے جس کی دنیا کو ضرورت تھی اور ہے۔"

(اقبال کے حضور صـ ۴۵)
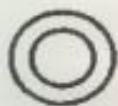
ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسول کریم کی شخصیت کا مرہونِ منت ہے۔

(حرفِ اقبال صـ ۱۳)

ایک سبق جو میں نے تاریخ اسلام سے سیکھا ہے یہ ہے کہ آڑے وقتوں میں اسلام ہی نے مسلمانوں کی زندگی کو قائم رکھا مسلمانوں نے اسلام کی حفاظت نہیں کی۔

(خطبۂ الٰہ آباد - ۱۹۳۵ء)
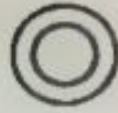
انسان صحیح معنوں میں اس وقت مسلمان بن سکتا ہے جب قرآن کے بتائے ہوئے اوامر و نواہی اس کی اپنی خواہش بن جائیں

(ملفوظات)

"ہمارے سامنے کوئی راستہ ہے تو یہ کہ اسلامی تعلیمات کی تعبیر علم حاضر کے پیش نظر اب کس رنگ میں کرنی چاہیئے خواہ ایسا کرنے میں ہمیں اسلاف سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو"

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ ص ۱۴۶)

خودی

ع۔ جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو رو سیاہی

حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام "طریقت" ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جاتے ہیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بھی اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے بعض نے اس کا نام بقا رکھا ہے لیکن ہندی اور ایرانی صوفیا میں سے اکثر نے مسئلہ فنا کی تفسیر فلسفہ ویدانت اور بدھ مت کے زیر اثر کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان اس وقت عمل کے اعتبار سے ناکارہ محض ہے۔

(اقبال نامہ۔ حصہ اوّل صہ ۲۰۲)

میرا دعویٰ ہے کہ "اسرارِ خودی" کا فلسفہ مسلمان صوفیا اور حکما کے افکار و مشاہدات سے ماخوذ ہے اور تو اور وقت کے متعلق برگساں کا عقیدہ بھی ہمارے صوفیوں کے لیے نئی چیز نہیں۔

(نیرنگ خیال اقبال نمبر صہ ۱۴)

مجھے خواجہ صاحب سے پورا اتفاق ہے کہ قرآن شریف میں کہیں زیادہ تعلیم خودی کی ہے اور اگر یہ تعلیم الو کھی اور نرالی ہوتی تو میں ہرگز مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ یاد رہے کہ یہ مثنوی کسی نسانۂ حال کے منصور کی لکھی ہوئی نہیں جو اپنی نادانی سے یہ سمجھتا تھا کہ میں قرآن جیسی عبارت لکھ سکتا ہوں بلکہ ایک مسلمان کی لکھی ہوئی ہے جس نے قرآن سے فائدہ اٹھایا ہے اور اس تعلیم کو بنی نوعِ انسان کی نجات کا باعث تصور کرتا ہے۔

(خواجہ حسن نظامی کے نام خط)

جو فعل خودی کو مستحکم کرے وہ حسین ہے اور جو خودی کو ضعیف بنائے وہ قبیح ہے۔

(روزگارِ فقیر جلد اوّل صہ ۱۸۸)

خودی کا مفہوم محض احساسِ نفس یا تعینِ ذات ہے۔

(دیباچہ اسرارِ خودی)

میں اس خودی کا حامی ہوں جو سچی بے خودی سے پیدا ہوتی ہے یعنی جو نتیجہ ہے ہجرت الی الحق کا اور باطل کے مقابلہ میں پہاڑ کی طرح مضبوط ہے۔

(اکبر الٰہ آبادی کے نام خط ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

جب تک اقوامِ عالم کی خودی قانونِ الٰہی کی پابند نہ ہو۔ امنِ عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی۔

(انوارِ اقبال ص ۲۱۹)

"خودی عشق سے مستحکم ہوتا ہے عشق کا لفظ میں نے بہت وسیع معانی میں استعمال کیا ہے جس میں تسخیر کرنے اور جذب کرنے کی آرزو شامل ہے اس کی اعلیٰ صورت اقدار اور مقاصد کی تخلیق اور پھر ان کے حصول کی کوشش ہے۔"

نکلسن کے نام خط۔ سیرت اقبال ص ۳۰۵

خودی کوئی ٹھوس اور جامد شے نہیں۔ وہ زماناً اپنے آپ میں نظم وضبط پیدا کرتی ہے اور خود اپنی واردات سے متشکل اور منضبط ہوتی ہے۔

(تیسرا خطبہ۔ خودی اور جبر و قدر)

خودی کا وجود خدا سے الگ نہیں ۔

(بروایت نذیر نیازی)

یہ وحدت وجدانی یا شعور کا روشن نقطہ جس سے تمام انسانی تخیلات وجذبات مستنیر ہوتے ہیں۔ یہ پراسرار شے، جو فطرت انسانی کی منتشر اور غیر محدود کیفیتوں کی شیرازہ بند ہے۔ یہ "خودی" یا "انا" جو اپنے عمل کی رو سے ظاہر اور اپنی حقیقت کی رو سے مضمر ہے جو تمام مشاہدات کی خالق ہے مگر جس کی لطافت مشاہدہ کی گرم نگاہوں کی تاب نہیں لا سکتی۔ کیا چیز ہے؟ کیا یہ ایک لازوال حقیقت ہے یا زندگی محض عارضی طور پر اپنی فوری عملی اغراض کے حصول کی خاطر اپنے آپ کو اس فریب تخیل یا دروغ مصلحت آمیز کی صورت میں نمایاں ہے۔

(دیباچہ اسرار خودی)

انسان کا اخلاقی اور مذہبی نصب العین نفی خودی نہیں بلکہ اثبات خودی ہے یہ نصب العین صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان زیادہ سے زیادہ منفرد اور یکتا بن جائے۔

(ڈاکٹر نکلسن کے نام خط)

حیات کیا ہے؟ حیات ایک انفرادی شے ہے اس کی سب سے اعلیٰ صورت "خودی" ہے جس کے حصول کے بعد فرد ایک مکمل اور قائم بالذات مرکز بن جاتا ہے۔

(ڈاکٹر نکلسن کے نام خط بسلسلہ تشریح خودی)

حقیقت کچھ بھی ہو خودی جو منزلیں طے کر چکی ہے کبھی واپس نہیں آئیں گی نہ اس کے لیے ان کی طرف واپس لوٹنا ممکن

(اقبال کے حضور ص ۸۲)

خودی خواہ مسولینی کی ہو خواہ ہٹلر کی۔ قانونِ الٰہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے۔

(افکارِ اقبال صـ۲۱۸)

عشقِ رسولؐ

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

عشق رسول ؐ جزو دین ہی ہے اور وسیلۂ دنیا بھی۔ اس کے بغیر انسان نہ دین کا نہ دنیا کا

(سیرت اقبال صـ۱۰۲)

ہمارا کوئی عمل و عبارت حدیث کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا

(اقبال کامل صـ۵۶)

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کی عقلی احساسات کی جستجو کا آغاز آنحضرتؐ کی ذات مبارک ہی سے ہو گیا تھا۔ آپ ہمیشہ فرماتے۔

"اے اللہ مجھ کو اشیاء کی اصل حقیقت سے آگاہ کر" آگے چل کر صوفیاء اور متکلمین اسلام نے اس سلسلے میں جو خدمات سر انجام دیں وہ ہماری تاریخ ثقافت کا ایک نہایت درجہ سبق آموز باب ہیں

(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ صـ۴)

اسوۂ رسولؐ شخصیت پرستی کی مخالفت کا بہترین مظہر ہے

(ملفوظاتِ اقبال)

میں فنِ تعبیر میں کوئی ملکہ نہیں رکھتا البتہ عام مسلمانوں کی طرح میرا بھی عقیدہ ہے کہ حضور رسالت مآبؐ کی زیارت خیر و برکت کا باعث ہے کئی لوگوں نے مجھ سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے حضور رسالت مآبؐ کو جلالی رنگ یا سپاہیانہ لباس میں خواب میں دیکھا ہے۔ میرے خیال میں یہ علامت احیائے اسلام کی ہے۔

(انوار اقبال صـ۲۱۶)

میں چاہتا ہوں کہ اس مثنوی (اسرار خودی) میں حقیقی اسلام کو بے نقاب کروں جس کی اشاعت رسول اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ہوئی۔

(اقبال نامہ صہ ۲۴)

جس حق۔ صداقت کا انکشاف عقل محض کی وساطت سے ہو اس سے ایمان و یقین میں وہ حرارت پیدا نہیں ہوتی جو وحی و تنزیل کی بدولت ہوتی ہے۔

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ صہ ۲۷۶)

محمد عربی ساتویں آسمان پر معراج کو تشریف لے گئے اور واپس آگئے۔ خدا کی قسم اگر میں اس مقام اعلےٰ تک پہنچ جاتا تو ہر گز نہ لوٹتا" یہ قول حضرت عبدالقدوس گنگوہی کا ہے۔ ادب تصوف کے سارے سلسلہ میں غالباً مشکل ہی سے ایسے الفاظ ملیں گے جو اس قدر خوبی کے ساتھ ایک مختصر سے جملہ میں اس باریک نفسیاتی فرق کو ظاہر کرتے ہوں جو نبوت اور صوفیت کے اقسام شعور کے درمیان ہوتا ہے صوفی خلوت خانۂ وحدت سے قدم نکالنا پسند نہیں کرتا اور جب اسے مجبوراً قدم نکالنا پڑتا ہے تو اس کی آمد بنی نوع انسان کے لیے کچھ زیادہ مفید نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس نبی کی دنیا میں آمد تخلیقی ہوتی ہے اور وہ ہنگامہ حوادث میں حصہ لینے کے لئے اس مقصد کے ساتھ واپس آتا ہے کہ وہ تاریخ کی قوتوں پر قابو پاکر خیالات کی ایک نئی دنیا پیدا کردے۔

(لیکچر اسلامی تمدن کی روح)

وحی کا نکشن حقائق کا انکشاف ہے یا یوں کہئے کہ وحی تھوڑے وقت میں ایسے حقائق کا انکشاف کر دیتی ہے جن کو مشاہدہ برسوں میں بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ گویا حصول علم میں جو وقت کا عنصر ہے اسی کو خارج کرنے کی ایک ترکیب ہے۔

(انوار اقبال صہ ۴۸)

نبی آخرالزماں کی غلامی غلامی نہیں بلکہ آزادی ہے کیونکہ اس کی نبوت کے احکام دینِ فطرت ہیں
یعنی فطرتِ صحیحہ ان کو خود بخود قبول کرتی ہے فطرتِ صحیحہ کا انہیں خود بخود قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ
احکام زندگی کی گہرائیوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس واسطے عین فطرت ہے ایسے احکام نہیں جن کو ایک مطلق العنان
حکومت نے ہم پر عائد کر دیا ہے اور جن پر ہم محض خوف سے عمل کرنے پر مجبور ہیں۔

(انوارِ اقبال صہ ۴۲)

منجملہ مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں ایک میلادالنبی کا مبارک دن بھی ہے میرے
نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ان کے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو
نمونہ بہترین ہو وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے چنانچہ مسلمانوں کے لیے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوۂ رسول
کو مدِنظر رکھیں تاکہ جذبۂ تقلید اور جذبۂ عمل قائم رہے۔

(صدارتی خطبہ عید میلادالنبی مقالاتِ اقبال)

خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ انبیاء کے آخری نبی ہیں جو وقتاً فوقتاً ہر ملک ہر زمانے
میں اس غرض سے مبعوث ہوئے تھے کہ نوعِ انسان کی رہنمائی صحیح طرزِ زندگی کی طرف کریں۔

(حرفِ اقبال صہ ۱۴۷)

میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ان کے عقیدے کی رو
سے زندگی کا جو نمونہ بہترین ہو وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے چنانچہ مسلمانوں کے لیے اسی وجہ سے ضروری ہے
کہ وہ اسوۂ رسول کو مدِنظر رکھیں تاکہ جذبۂ تقلید اور جذبۂ عمل قائم رہے۔

(اقبال کا نظریہ اخلاق صہ ۳۰۶)

اسلام بحیثیت دینِ خدا کی طرف سے ظاہر ہوا لیکن بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسول کریمؐ کی شخصیت کا مرہونِ منت ہے۔
(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ)

دنیا میں نبوت کا سب سے بڑا کام تکمیل اخلاق ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا میں نہایت اعلیٰ اخلاق کے اتمام کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اس لئے علماء کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ کے اخلاق ہمارے سامنے پیش کیا کریں تاکہ ہماری زندگی حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کی تقلید سے خوشگوار ہو جائے اور اتباع سنت زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک جاری و ساری ہو جائے۔
(آثار اقبال صـ ۳۰۶)

اللہ تعالیٰ کا ارادہ عالم انسانیت کو جس معراجِ کمال تک پہنچانے کا تھا اس کا آخری اور کامل و مکمل نمونہ ہمارے نبی اکرمؐ کی ذات ستودہ صفات میں ہمارے سامنے پیش کر دیا۔
(اقبال کے حضور صـ ۶۱)

میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریمؐ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ ہوا کرتے تھے۔
(مکاتیب اقبال صـ ۴۰)

خوشا وہ دل جو عشق نبوی کا نشیمن ہو۔

(انوار اقبال صـ ۳۵)

قرآن وحدیث کے غوامض بتانا بھی ضروری ہے لیکن عوام کے دماغ ابھی ان مطالب عالیہ کے متحمل نہیں۔ انہیں فی الحال اخلاق نبوی کی تعلیم دینی چاہیئے۔

(تقریر میلاد النبی)

(مقالاتِ اقبال صہ ۱۹۹)

تصوّف

ـــ

کیا صوفی و ملّا کو خبر میرے جنوں کی
ان کا سرِ دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے

اگر تصوف سے اخلاص فی العمل مراد ہے (اور یہی مفہوم قرون اولیٰ میں اس کا لیا جاتا تھا) تو کسی مسلمان کو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ہاں جب تصوف فلسفہ بننے کی کوشش کرتا ہے اور عجمی اثرات کی وجہ سے نظام عالم کے حقائق اور باری تعالیٰ کی ذات کے متعلق موشگافیاں کر کے کشفی نظریہ پیش کرتا ہے تو میری روح اس کے خلاف بغاوت کرتی ہے۔

(اقبال نامہ صہ ۵۳)

تصوف کے ادبیات کا وہ حصہ جو اخلاق و عمل سے تعلق رکھتا ہے نہایت قابل قدر ہے کیونکہ اس کے پڑھنے سے طبیعت پر سوز و گداز کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ فلسفے کا حصہ محض بیکار ہے اور بعض صورتوں میں میرے خیال میں تعلیم قرآن کے مخالف ـــ اخلاقی اور عملی اعتبار سے متصوفین اسلامیہ کی حکایات معقولات مطالعہ نہایت مفید ہے لیکن دین کی اصل حقیقت آئمہ اور علما کی کتابیں پڑھنے ہی سے کھلتی ہے۔ آجکل زمانے کا اقتضا یہ ہے کہ علم دین حاصل کیا جائے اور اسلام کے عملی پہلو کو نہایت وضاحت سے پیش کیا جائے۔

(مکاتیب اقبال صہ ۳)

بیدل کا تصوف (DYNAMIC) ہے اور غالب مائل بہ سکون (Inclined to static) بیدل کے کلام میں خصوصیت کے ساتھ حرکت پر زور ہے۔ یہاں تک کہ اس کا مشرق بھی صاحب خرام ہے۔ اس کے برعکس غالب کو زیادہ تر اطمینان و سکون سے الفت ہے۔

(بروایت حمید احمد خاں ملفوظات صہ ۱۲۳)

اس میں ذرا شک نہیں کہ تصوف کا وجود ہی سرزمین اسلام میں ایک اجنبی پودا ہے جس نے عجمیوں کی

واقعی آپ نے ہراہیں پرورش پائی ہے۔

(سید سلیمان ندوی کے نام۔ اقبال نامہ صہ ۸۰)

اسلام کو دینِ فطرت کے طور پر محسوس کرنے کا نام تصوف ہے۔

(انوارِ اقبال صہ ۴۲)

تصوف دین نہیں فلسفہ ہے۔

(ذکرِ اقبال)

رہبانیت دنیا کی ہر مستعد قوم میں اس کے عمل زوال کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا مٹانا ناممکن ہے یہ طبائع ہمیشہ موجود رہتی ہیں جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ اپنے دین کی حفاظت کریں اور اس کو رہبانیت کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔ ہم وحدت الوجودیوں کو مسلمان بنانا نہیں چاہتے بلکہ مسلمانوں کو ان کے تخیلات کے دام سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔

(بہ ضمن اسرار خودی۔ مرتبہ ۱۹۱۸ء۔ صہ ۱۴۸)

حضرات صوفیا خود کہتے ہیں کہ شریعت ظاہر ہے اور تصوف باطن لیکن اس پُر آشوب زمانے میں وہ ظاہر جس کا باطن تصوف ہے معرضِ خطر میں ہے اگر ظاہر قائم نہ رہا تو اس کا باطن کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔

(مکاتیب اقبال صہ ۲)

ہندی مسلمانوں کی بڑی بدبختی یہ ہے کہ اس ملک سے عربی زبان کا علم اٹھ گیا ہے اور قرآن کی تعبیر ۔

ہیں محاورہ عرب سے بالکل کام نہیں لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں قناعت اور توکل کے وہ معنی لئے جاتے ہیں جو عربی زبان میں ہرگز نہیں ہیں۔ لوگوں نے نہایت بے دردی سے قرآن اور اسلام میں ہندی اور یونانی تخیلات داخل کر دیئے ہیں۔

(خط بنام سراج الدین پال۔ اقبال نامہ ص ۴۱)

مذہب فلسفہ طبیعات اور دیگر علوم و فنون سب کے سب مختلف راستے ہیں جو ایک ہی منزل پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔ مذہب اور سائنس کے تصادم کا خیال اسلامی نہیں کیونکہ سائنس یعنی علوم جدیدہ اور فنون جدیدہ کے باب کھولنے والے تو مسلمان ہی ہیں اور اسلام ہی نے انسان کو منطق کا استقرائی طریق سکھایا اور علوم کی بنیاد نظریات اور قیاسات پر رکھنے والے طریق کو مسترد کرنے کی تعلیم دی اور یہی بات علوم جدیدہ کی پیدائش کا موجب ہوئی۔

(گفتار اقبال ص ۲۳)

میرا مقصد حفاظت اسلام ہے۔ عجمی تصوف جزو اسلام نہیں۔ اس کے مرتبین بیشتر عجمی تھے۔ یہ ایک قسم کی رہبانیت ہے۔ اس کے اثر سے اسلامی اقوام میں قوت عمل مفقود ہو گئی ہے۔

(مقالات اقبال ص ۱۷۷)

تصوف کا لفظ رسول اللہ کے زمانے میں موجود نہ تھا ۱۵۰ھ میں یہ لفظ پہلے پہل استعمال ہوا۔ اور رفتہ رفتہ تصوف کے عجمی حامیوں نے ایک ایسا اخلاقی اور معاشرتی نصب العین پیدا کر دیا آخر کار مسلمانوں کی بربادی کا باعث ہوا۔

(مقالات اقبال ص ۱۷۵)

وحید خاں ایک پنجابی شاعر تھا جو کسی ہندو جوگی کا مرید ہو کر فلسفہ ویدانت (وہ یدانت اور وحدت الوجود ایک ہی چیز ہے) کا قائل ہو گیا تھا۔ اس تبدیلی خیال و عقیدہ نے جو اثر اس پر کیا ہے اسے وہ خود بیان کرتا ہے۔

تھے ہم پوت پٹھان کے دل کے دل دیں موڑ
شرن پڑے رگھناتھ کے سکیں نہ تنکا توڑ

یعنی میں پٹھان تھا اور فوجوں کے منہ موڑ سکتا تھا مگر جب سے رگھناتھ جی کے قدم پکڑے ہیں یا بالفاظ دیگر یہ معلوم ہوا ہے کہ ہر چیز میں خدا کا وجود جاری و ساری ہے میں ایک تنکا نہیں توڑ سکتا۔ کیونکہ توڑنے میں تنکے کو دکھ پہنچانے کا احتمال ہے۔ کاش وحید خان کو یہ معلوم ہوتا کہ زندگی نام ہی دکھ اٹھانے اور دکھ پہنچانے کی قوت رکھنے کا ہے۔ زندگی مقصد زندگی ہے نہ کہ موت۔

(مضمون اسرار خودی اور تصوف۔ مقالات اقبال صـ۱۶۳)

میں کرامتوں کا قائل ہوں اور میرا خیال ہے کہ وہ پاک نفوس جن کو اللہ تعالیٰ نے خاص دل اور خاص دماغ عطا کیا ہے اور جو تزکیۂ نفس میں صاحب کمال ہیں، تیر از کمان جستہ اور آب از جو رفتہ واپس لا سکتے ہیں۔

اولیا را ہست قدرت از الٰہ ۔۔۔ تیر جستہ باز گردانند ز راہ

(رسالہ طریقت ۱۹۱۴ء)

اسلامی تصوف کی یہی تعلیم ہے کہ وہ دین کے ساتھ دنیا بھی رکھے۔ اسلام رہبانیت کے خلاف ہے اور گھر بار اہل و عیال کو چھوڑ کر بیابانوں میں زندگی بسر کرنے کو ناپسند کرتا ہے اسلامی تصوف ایسے لوگ کو جو صرف اپنی ذات کے لیے ہو ایک بے فیض اور خشک چشمے سے تشبیہ دیتا ہے۔

(رسالہ طریقت ۱۹۱۴ء)

مجھے اس امر کا اعتراف کرنے میں کوئی شرم نہیں کہ میں ایک عرصہ تک ایسے عقائد و مسائل کا قائل رہا جو بعض صوفیہ کے ساتھ خاص ہیں لیکن قرآن شریف پر تدبر کرنے کے بعد قطعاً غیر اسلامی ثابت ہوئے۔

اسرار خودی اور تصوف۔ مقالات اقبال صـ۱۶۱
(رسالہ وکیل امرتسر ۱۵ جنوری ۱۹۱۵)

مسلمانوں کی اخلاقی زندگی پر صوفیائے کرام نے بہت بڑا اثر ڈالا۔ تمام ایسے اوصاف جو اخلاقی پہلو سے انسانیت کا خاصہ ہیں محض اپنی بزرگوں کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہیں انہوں نے انسانوں کو انسان اور پھر مسلمانوں کو مسلمان بنا دیا۔

(رسالہ "طریقت" زیر ادارت فوق ۱۹۱۴ء)

تصوف ہمیشہ انحطاط کی نشانی ہوتا ہے۔ وحدت اور کثرت کی بحث سے اسلام کو کوئی سروکار نہیں۔ اسلام کی روح توحید ہے اور اس کی ضد کثرت نہیں شرک ہے وہ فلسفہ اور وہ مذہبی تعلیم جو انسانی شخصیت کے نشو و نما کے منافی ہو بے کار چیز ہے۔ تصوف نے سائنٹیفک روح کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔

(ملفوظات صـ۲ـ۱ میاں ڈاکٹر سعید اللہ)

ابن عربی۔ بیدل اور ہیگل کے جال میں جو ایک دفعہ پھنس جاتا ہے اس کی رہائی مشکل سے ہوتی ہے۔

(ملفوظات صـ۱۱۱)

تصوف کا مقصد تزکیۂ نفس اصلاح باطن اور نفس کشی ہے۔

(رسالہ طریقت ۱۹۱۴ء)

علم الہیات کے اعتبار سے یہ حالت (تصوف) زندگی کے لیے نہایت ہی مضر ہے اور جو لوگ اس حالت کو مستقل بنا لیتے ہیں وہ کشمکش حیات کے قابل نہیں رہتے اور ملی و قومی اعتبار سے بھی اس کے مضر ہونے کی مثالیں اسلامی تاریخ میں ملتی ہیں۔

(رسالہ وکیل امرتسر ۱۵ جنوری ۱۹۱۶ء)

اس وقت صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہوگا کہ یہ تحریک (تصوف) غیر اسلامی عناصر سے خالی نہیں اور میں اگر مخالف ہوں تو صرف ایک گروہ کا جس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بیعت دے کر دانستہ یا نادانستہ ایسے مسائل کی تعلیم دی ہے جو مذہب اسلام سے تعلق نہیں رکھتے۔ حضرات صوفیہ میں جو گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر قائم ہے۔ میں اس گروہ کا خاکِ پا ہوں اور ان کی محبت کو سعادت دارین کا باعث تصوّر کرتا ہوں۔

(مقالات اقبال صـ۱۶۱)

صوفی کا حال ایک لمحہ ہے کسی ایسی فرید و وحید اور یکتا ہستی سے گہرے اتحاد جو اس کی ذات سے ماورا مگر اس کے باوجود اس پر محیط ہوگی اور جس میں صاحب واردات کی شخصیت گویا ایک لحظے کے لیے کالعدم ہو جاتی ہے

(خطبہ اول تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ صـ۲۸)

کسی مذہب یا قوم کے دستور العمل و شعار میں باطنی معانی تلاش کرنا یا باطنی مفہوم پیدا کرنا۔ اصل میں دستور العمل کو مسخ کر دینا ہے یہ طریق وہی قومیں اختیار یا ایجاد کرتی ہیں جن کی فطرت گوسفندی ہو۔

(خط بنام سراج الدین پال اقبال نامہ صـ۳۵)

مسلمانوں میں ایک ایسے لٹریچر کی بنیاد پڑی جس کی بنا وحدت الوجود تھی۔ ان شعرا نے نہایت عجیب و غریب اور بظاہر دلفریب طریقوں سے شعائر اسلام کی تردید و تنسیخ کی ہے اور اسلام کی ہر محمود شے کو ایک طرح سے مذموم بیان کیا ہے۔

(اقبال نامہ صـ۳۶)

انا الحق کے معنی یہ نہیں کہ میں خدا ہوں بلکہ اس کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ "انا" ہی اصل چیز ہے۔ بندہ اگر خدا میں گم ہو گیا تو اس نے اپنی ہستی مٹا دی۔

(بروایت ڈاکٹر سید عبداللہ۔ ملفوظات صـ۲۰۸)

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں میں کوئی مجذوب نظر نہیں آتا بلکہ دیگر اصطلاحات صوفیہ کی طرح مجذوب کی اصطلاح بھی ابتدائی اسلامی لٹریچر میں نہیں ہے۔

(مقالات اقبال صـــ ۱۶۵)

نقشبندی مسلک اپنے اندر حرکت اور رجائیت رکھتا ہے لیکن چشتی مسلک میں قنوطیت اور سکون کا عنصر ہے۔

(بروایت حمید احمد خان۔ ملفوظات صـــ ۱۲۲)

پنجابی نظم میں تصوف کے بڑے بڑے ذخیرے پنہاں ہیں۔ خصوصاً فرید کے دوہے۔ فارسی کے بعد شاید یہ دوسری زبان ہے جو تصوف سے مملو ہے۔

(ملفوظات صـــ ۱۷۱ ۔ عبدالرشید طارق)

عجمی تصوف سے لٹریچر میں دلفریبی، حسن اور چمک پیدا ہوتا ہے مگر یہ انسان کے طبائع کو پست کرنے والا ہے

(اکبر الٰہ آبادی کے نام)

مسلمانانِ ہند کے دل و دماغ پر عجمی تصوف غالب ہے۔ وہ عربیت کے تخیلات سمجھنے سے قاصر ہیں۔ میں تو ایک معمولی آدمی ہوں۔ اگر نبی کریمؐ بھی دوبارہ پیدا ہو کر اس ملک میں اسلام کی تعلیم دیں تو غالباً اس ملک کے لوگ اپنی موجودہ کیفیات اور اثرات کے ہوتے ہوئے حقائقِ اسلامیہ کو نہ سمجھ سکیں۔

(مکاتیب اقبال صـــ ۵۳)

وطنیّت و قومیّت

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی
اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاکِ رہ گزر

اگر قومیت کے معنی اپنے وطن سے محبت کرنے اور ناموسِ وطن کے لیے جان تک قربان کرنے کے ہیں تو ایسی قومیت مسلمان کے لیے "جزوِ ایمان" ہے قومیت اسلام سے اس وقت متصادم ہوتی ہے جب وہ ایک سیاسی تصور بن جاتی ہے۔

(شذرات فکرِ اقبال صد ۵۵)

میں سمجھتا ہوں کہ وطن پرستی کا خیال جو قومیت کے تصور سے پیدا ہوتا ہے ایک طرح سے مادی شئے کا تابع ہے جو سراسر اصولِ اسلام کے خلاف ہے اس لیے کہ اسلام دنیا میں ہر طرح کے شرکِ خفی و جلی کا قلع قمع کرنے کے لیے نمودار ہوا تھا۔

(لیکچر- اسلام مذہبی اور سیاسی حیثیت سے)

وطن پرستی بھی بت پرستی نازک صورت ہے۔ اسلام کسی صورت میں بت پرستی کو گوارا نہیں کر سکتا۔ بت پرستی کے تمام اقسام کے خلاف احتجاج کرنا ہمارا ابدی نصب العین ہے۔

(شذرات فکرِ اقبال صد ۸۳)

قوم کی قیادت کے معاملہ میں اچھی طرح سوچ بچار نہیں کیا جاتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات بہت ہی نازک موقعوں پر ہماری سیاسی جماعتوں میں ناچاقی اور بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح یہ ادارے پورے طور پر اپنے اندر وہ ضبط پیدا نہیں کر سکتے جو سیاسی جماعتوں کے لئے بے حد ضروری ہے میرے نزدیک اس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمانانِ ہند کی سیاسی جماعت صرف ایک ہی ہونی چاہیئے۔

(حرفِ اقبال صد ۱۰۵)

اگر وطنیت کا جذبہ ایسا ہی اہم اور قابل قدر تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اقارب اور ہم نسلوں اور ہم قوموں کو آپ سے پرخاش کیوں ہوئی؟ کیوں نہ رسول کریمؐ نے اسلام کو محض ایک ہمہ گیر معنوی ملت سمجھ کر بلحاظ قوم یا قومیت ابوجہل اور ابولہب کو اپنا رکھا اور کیوں نہ ان کی دلجوئی کرتے رہے۔

(حرف اقبال ص۲۳۶)

جو قوم اپنا ملک نہیں رکھتی وہ اپنے مذہب و تہذیب کو بھی برقرار نہیں رکھ سکتی۔ دین و تہذیب حکومت و شوکت ہی سے زندہ رہتے ہیں۔

(بروایت ابوالحسن ندوی۔ نقوش اقبال ص۳۵)

باقی رہے مسلمان۔ سو افسوس ہے کہ ان سادہ لوحوں کو اس نظریۂ وطنیت کے لوازم اور عواقب کی پوری حقیقت معلوم نہیں۔ اگر بعض مسلمان اس فریب میں مبتلا ہیں کہ دین اور وطن ایک سیاسی تصور کے ساتھ یکجا رہ سکتے ہیں تو میں مسلمان کو بروقت انتباہ کرتا ہوں کہ اس راہ کا آخری مرحلہ اول تو لادینی ہوگا اور اگر لادینی نہیں تو اسلام کو محض ایک اخلاقی نظریہ سمجھ کر اس کے اجتماعی نظام سے بے پروائی ہوگی۔

(جغرافیائی حدود اور مسلمان) (مقالات اقبال ص۲۲۶)

ہمارے نوجوانوں کی باتیں کہ مذہب کو بالائے طاق رکھ کر تمام تر توجہ سیاسیات پر دینی چاہیے یورپ کی غلامانہ تقلید کے سوا اور کچھ نہیں۔

(تقریر۔ مدراس۔ ۷ جنوری ۱۹۲۸)

مسلمانوں کا کوئی وطن نہیں ہے۔ ان کو کوئی وطن دے دیجئے تو وہ وطن کے لئے ضرور لڑیں گے

(بروایت حمید احمد خاں۔ اقبال شخصیت اور شاعری صہ ۴۴۳)

کوئی ملک اپنے سیاسی حقوق کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ پہلے اس کے اقتصادی حالات درست نہ ہو جائیں۔ ہمارے اہل الرائے سیاسی آزادی پکارتے ہیں مگر کوئی شخص اس باریک اصول کی طرف توجہ نہیں کرتا کہ سیاسی آزادی کے شرائط میں سب سے بڑی شرط کسی ملک کا اقتصادی دوڑ میں سبقت لے جانا ہے۔

(ایڈیٹر زمانہ کانپور کے نام خط ۱۹۰۶ء۔ انوار اقبال صہ ۲۶)

میں خود بھی یہ رائے رکھتا تھا کہ اس ملک میں مذہبی اختلافات کا خاتمہ ہو جانا چاہیئے اور اپنی نجی زندگی میں اس اصول پر عمل پیرا ہوں۔ لیکن اب میرا خیال ہے کہ ہندو اور مسلم اقوام کے لیے اپنے آپ جداگانہ قومی وجود کا تحفظ ہی مناسب ہے ہندوستان میں متحدہ قومیت کا تصور ایک حسین نصب العین ضرور ہے اور اس میں شاعرانہ تخیل کے لیے بڑی کشش ہے لیکن دونوں قوموں کے موجودہ حالات اور غیر شعوری رجحانات کے پیش نظر یہ تصور عملاً ناممکن نظر آتا ہے۔

(ایک خط سے اقتباس ۱۹۰۹ء۔ سفینۂ حیات صہ ۲۱)

میں یورپ کے پیش کردہ نیشنلزم کا مخالف ہوں۔ اس لیے کہ مجھے اس تحریک میں مادیت اور الحاد کے جراثیم نظر آتے ہیں اور یہ جراثیم میرے نزدیک دورِ حاضر کی انسانیت کے لیے شدید ترین خطرات کا سرچشمہ ہیں۔ (خطبۂ صدارت مسلم کانفرنس لاہور ۱۹۳۲ء)

اگر آپ کے قلم کے زور سے کشمیر کے باشندوں اور پسماندہ مسلمانوں میں کچھ زندگی پیدا ہو گئی تو یہی خدمت

آپ کی نجات کا ذریعہ بن جائے گی۔

(خط بنام فوق۔ ۲۲ جولائی ۱۹۱۵ء)

اگرچہ حب وطن ایک فطری امر ہے اور اس لیے انسان کی اخلاقی زندگی کا ایک جزو ہے لیکن جو شے سب سے زیادہ ضروری ہے وہ انسان کا مذہب اس کا کلچر اور اس کی ملی روایات ہیں۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کے لیے انسانوں کو زندہ رہنا چاہیئے اور جن کی خاطر انہیں اپنی جان قربان کرنی چاہیئے۔ وہ خطۂ زمین جس میں وہ رہتا ہے اور جس کے ساتھ عارضی طور پر اس کی روح وابستہ ہوتی ہے اس لائق نہیں کہ اسے خدا اور مذہب سے برتر قرار دیا جائے۔

(خطبۂ صدارت مسلم کانفرنس لاہور ۱۹۳۲ء)

"وطن محض ایک جغرافیائی اصطلاح ہے اور اس حیثیت سے اسلام سے متصادم نہیں ہوتا ان معنوں میں ہر انسان فطری طور پر اپنے جنم بھوم سے محبت رکھتا ہے اور بقدر اپنی بساط کے اس کے لیے قربانی کرنے کو تیار رہنا چاہیئے مگر زمانہ حال کے سیاسی لٹریچر میں وطن کا مفہوم محض جغرافیائی نہیں بلکہ وطن ایک اصول ہے ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا اور اسی اعتبار سے ایک سیاسی تصور ہے۔ چونکہ اسلام بھی ایک ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا قانون ہے۔ اس نے جب لفظ "وطن" کو ایک سیاسی تصور کے طور پر استعمال کیا جائے تو وہ اسلام سے متصادم ہوتا ہے۔

(حرف اقبال ص۲۲۷)

اسلام کا مستقبل دنیا کے دوسرے مسلمانوں پر منحصر ہے نہ کہ ہندی مسلمانوں پر

(ملفوظات ص۱۴۲)

وحدت ایک ہی معتبر ہے اور وہ بنی نوع انسان کی وحدت ہے جو رنگ و نسل اور زبان سے بالاتر ہے

(حرفِ اقبال)

اس وقت اسلام کا دشمن سائنس نہیں بلکہ اس کا دشمن جغرافیائی جذبۂ قومیت ہے ۔

(فیضانِ اقبال)

جب تک جغرافیائی وطن پرستی اور رنگ و نسل کے امتیازات کو نہ مٹایا جائے گا اس وقت تک انسان اس دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی بسر نہ کر سکے گا ۔

(حرفِ اقبال صـ۲۴۹)

اگر مذہب کا مقصود حقلی تقاضوں کو پورا کرنا ہو بھی جیسا کہ ہند کے منشیوں اور فلسفیوں نے خیال کیا ہے تو زمانۂ حال کی خصوصیات کے اعتبار سے اس کو نظر انداز کرنا چاہئے اس وقت وہی قوم محفوظ رہ سکے گی جو اپنی علمی روایات پر قائم رہ سکے گی ۔

(خط بنام نیاز الدین خاں ۔ مکاتیبِ اقبال صـ۶)

قومیت کے اصول حقہ صرف اسلام نے ہی بتائے ہیں جن کی پختگی اور پائداری مرورِ ایام سے متاثر نہیں ہو سکتی ۔

(مکاتیبِ اقبال صـ۹)

عصبیت دینی وطن پرستی ہے اور وطن پرستی ملکی عصبیت

(شذرات فکر اقبال صـ۸۲)

جب تک اس نام نہاد جمہوریت اس ناپاک قوم پرستی اور اس ذلیل ملوکیت کی لعنتوں کو مٹایا نہ جائیگا جب تک انسان اپنے عمل کے اعتبار سے الخلق عیال اللّٰہ کے اصول کا قائل نہ ہو جائے گا جب تک جغرافیائی وطن پرستی اور رنگ و نسل کے امتیازات کو نہ مٹایا جائے گا اس وقت تک انسان اس دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی بسر نہ کر سکے گا اور اخوت ـ حریت اور مساوات کے شاندار الفاظ شرمندۂ تعبیر نہ ہونگے ـ

(عالمِ نو کا پیغام یکم جنوری ۱۹۳۸ - حرفِ اقبال صـ۲۳۴)

سیاسی حقوق کے حصول کی ایک بڑی شرط کسی ملک کے افراد کے اغراض کا متحد ہونا ہے۔ اگر اتحاد اغراض کا نہ ہوگا تو قومیت پیدا نہ ہوگی اور اگر افراد قومیت کے شیرازے سے ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ نہ ہونگے تو نظام قدرت کے قوانین ان کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیں گے قدرت کسی خاص فرد یا مجموعۂ افراد کی پرواہ نہیں کرتی۔

(خط بنام ایڈیٹر "زمانہ" کانپور ۱۹۰۶ء)

اس زمانے میں سب سے زیادہ بڑا دشمن اسلام اور اسلامیوں کا نسلی امتیاز اور ملکی قومیت کا خیال ہے جب میں نے پہلے پہل اس کا احساس کیا تو اس وقت میں یورپ میں تھا اور اس احساس نے میرے خیالات میں انقلابِ عظیم پیدا کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ کی آب و ہوا نے مجھے مسلمان کر دیا۔

(انوارِ اقبال صـ۱۷۶)

قومیت کا احساس جس کو بالفاظ دیگر قومی خودداری کہنا چاہیئے قومی زندگی کے لیے ضروری ہے اور جن وسائل سے یہ احساس پیدا ہوتا ہے وہ بھی قومی حیات کے لیے ضروریات میں سے ہیں۔

(ہندوستان کی اسلامی تاریخ مضمون ابلاغ کے ہار میں ساتھ)

اسلام ہمیشہ رنگ و نسل کے عقیدے کا جو انسانیت کے نصب العین کی راہ میں سب سے بڑا سنگِ گراں ہے نہایت کامیاب حریف رہا ہے۔ دراصل اسلام بلکہ کائنات انسانیت کا سب سے بڑا دشمن رنگ و نسل کا عقیدہ ہے اور جو لوگ نوعِ انسان سے محبت رکھتے ہیں اُنکا فرض ہے کہ ابلیس کی اس اختراع کے خلاف علم جہاد بلند کریں

(ڈاکٹر نکلسن کے نام خط)

اسلام میں قومیت کا مفہوم خصوصیات کے ساتھ چھپا ہوا ہے اور ہماری قومی زندگی کا تصور اس وقت تک ہمارے ذہن میں نہیں آسکتا جب تک ہم اصول اسلام سے پوری طرح باخبر نہ ہوں بالفاظ دیگر اسلامی تصور ہمارا وہ ابدی گھر یا وطن ہے جس میں ہم اپنی زندگی بسر کرتے ہیں جو نسبت انگلستان کو انگریزوں اور جرمنی کو جرمنوں سے ہے وہ اسلام کو ہم مسلمانوں سے ہے۔

(ملتِ بیضا پر ایک نظر - مقالات اقبال صہ ۱۳۴)

ہم قومیت کے پودے کو اسلام کے آبِ حیات سے نہیں سینچ رہے ہیں اور اپنی جماعت میں پکے مسلمانوں کا اضافہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ ایک ایسا گروہ پیدا کر رہے ہیں جو بوجہ کسی اتحادی مرکز کے نہ ہونے کے اپنی شخصیت کو کسی دن کھو بیٹھے گا۔

(خطبۂ صدارت - ۱۲ مارچ ۱۹۳۱ء - لاہور)

اتحاد

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

اگر عالم بشریت کا مقصد اقوامِ انسانی کا امن، سلامتی اور ان کی موجودہ اجتماعی ہیئتوں کو بدل کر ایک واحد اجتماعی نظام بنانا قرار دیا جائے تو سوائے نظامِ اسلام کے کوئی اور اجتماعی نظام ذہن میں نہیں آ سکتا کیونکہ جو کچھ قرآن سے میری سمجھ میں آیا ہے اس کی رو سے اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح ہی کا داعی نہیں بلکہ عالمِ بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے جو اس کے قومی اور نسلی نقطۂ نگاہ کو یکسر بدل کر اس میں خالص انسانی ضمیر کی تخلیق کرے۔

(مضمون "قوم وطن" ۹ مارچ ۱۹۳۸

مطبوعہ "احسان" لاہور)

نسلی اور اعتقادی اختلافات میں تنگ نظری اور تعصب نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا۔ مسلمانو! میں تمہیں کہتا ہوں کہ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو متحد ہو جاؤ۔ اختلاف بھی کرو تو اپنے آبا کی طرح۔ تنگ نظری چھوڑ دو۔ میں کہتا ہوں کہ تنگ نظری چھوڑنے سے سب اختلافات مٹ سکتے ہیں۔

(گفتار اقبال ص۱)

مسلمانوں کی زندگی کا راز اتحاد میں مضمر ہے۔ میں نے برسوں مطالعہ کیا۔ راتیں غور و فکر میں گزار تاکہ حقیقت معلوم کروں جس پر کاربند ہو کر عرب حضورِ کائنات کی صحبت میں تیس سال کے اندر اندر دنیا کے امام بن گئے۔ وہ حقیقت اتفاق و اتحاد میں ہے جو ہر شخص کے لبوں پر ہر وقت جاری رہنا چاہیے۔

(ایک تقریر "زمیندار" ۲۱ نومبر ۱۹۲۶ء)

ہمارا واحد نقطۂ اتحاد کسی خطۂ ارض میں رہنے والے مختلف انسانوں کا ذہنی اشتراک ہے۔

(شذرات فکر اقبال)

یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے نہ نسلی ہے نہ انفرادی بلکہ خالصتاً انسانی ہے اور اس کا مقصد باوجود تمام فطری امتیازات کے عالم بشریت کو متحد و منظم کرنا ہے۔

(حرف اقبال صفحہ ۲۲۶)

اسلام کا مقصد یقیناً یہ ہے کہ دوسری قوموں کی جداگانہ حیثیت مٹا دے اور انہیں اپنے اندر جذب کرلے۔

(ڈاکٹر نکلسن کے نام خط)

اسلام نسلی تخیل کی سراسر نفی کرتا ہے اور اپنی بنیاد محض مذہبی تخیل پر رکھتا ہے اور چونکہ اس کی بنیاد صرف دینی ہے اس لیے سراپا روحانیت ہے اور خونی رشتوں سے کہیں زیادہ لطیف بھی ہے۔ اس لیے مسلمان ان تحریکوں کے معاملہ میں زیادہ حساس ہے جو تاریخی کی وحدت کے لیے خطرناک ہیں۔ چنانچہ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بنا نئی نبوت پر رکھے بزعم خود اپنے الہامات پر اعتقادات نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے، مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لیے ایک خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لیے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت سے ہی استوار ہوتی ہے۔ میری رائے میں حکومت کے لیے بہترین طریق کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے۔ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ویسی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملے میں اختیار کرتا ہے۔

(قادیانی اور جمہور مسلمان : حرف اقبال صفحہ ۱۱۹)

صلوٰۃ با جماعت سے اس تمنا کا اظہار بھی مقصود ہے کہ ہم ان سب امتیازات کو مٹاتے ہوئے جو انسان اور انسان کے درمیان قائم ہیں اپنی وحدت کی ترجمانی ہو گویا ہماری خلقت میں داخل ہے اس طرح

کریں کہ ہماری عملی زندگی میں اس کا اظہار سچ مچ ایک حقیقت کے طور پر ہونے لگے۔

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ صا۲۱)

سیاسی نقطۂ نظر سے وحدت اسلامی صرف اس وقت متزلزل ہوجاتی ہے جب اسلامی سلطنتیں ایک دوسرے سے جنگ کرتی ہیں اور مذہبی نقطۂ نظر سے اس وقت متزلزل ہوتی ہیں جب مسلمان بنیادی عقائد یا ارکان شریعت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔

(خط بنام جواہر لال نہرو)

عملِ پیہم

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم ،
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

مخالف قوتوں سے ہرگز نہ ڈرو بالنسے جدوجہد جاری رکھو کیونکہ جدوجہد ہی میں زندگی کا راز مضمر ہے۔

(مکتوب مسلم طلباء کے نام" انقلاب" ۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

مسولینی کا قول تھا" جو قوت رکھتا ہے دولت رکھتا ہے" میں کہوں گا جو قوت مجسم ہے اسے سب کچھ میسر ہے۔ سخت بنو اور سخت کوشی سیکھو۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کا یہی راز ہے۔

(ایک تقریر سے اقتباس)

انسان دنیا میں عمل کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ قرآن شریف میں جہاں یہ آیا ہے کہ جن و انس عبادت کے لیے پیدا کئے گئے ہیں وہاں عبادت سے بھی عمل مراد ہے۔

(سیرت اقبال ص۱۱۳)

جب میں اٹلی گیا تو مجھے ایک شخص پرنس کیتانی ملا۔ وہ اسلامی تاریخ کا بہت دلدادہ ہے۔ اس نے تاریخ پر اتنی کتابیں لکھی ہیں اور اس قدر روپیہ صرف کیا ہے کہ کوئی اسلامی سلطنت اس کے ترجمے کا بندوبست بھی نہیں کر سکی اس نے لاکھوں روپیہ صرف کر کے تاریخی مواد جمع کیا ہے۔ جب میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو اسلامی تاریخ سے دلچسپی کیوں ہے تو انہوں نے کہا کہ اسلامی تاریخ عورتوں کو مرد بنا دیتی ہے۔

(گفتار اقبال ص۱۵۴)

سائنس اور مذہب کے تصادم کا خیال غیر اسلامی ہے قرآن حکیم کے ہر صفحہ پر انسان کو مشاہدہ اور

تجربہ کے ذریعے علم حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور منتہائے نظر یہ بتایا گیا ہے کہ قوائے فطرت کو مسخر کیا جائے چنانچہ قرآن پاک تو صاف الفاظ میں انسان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر وہ قوائے فطرت پر غلبہ حاصل کر لیں گے تو ستاروں سے بھی پرے پہنچنے کے قابل ہو جائیں گے۔

(خطبہ صدارت ۱۹۲۷ - گفتار اقبال صـ۲۳)

مذہب کا مقصود عمل ہے نہ کہ انسان کے عقلی اور دماغی تقاضوں کو پورا کرنا اس واسطے قرآن شریف کہتا ہے۔ "وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا" اگر مذہب کا مقصود عقلی تقاضوں کو پورا کرنا ہو بھی جیسا کہ ہندو رشیوں اور فلسفیوں نے خیال کیا ہے تو زمانۂ حال کی خصوصیات کے اعتبار سے اس کو نظر انداز کرنا چاہیئے اس وقت وہی قوم محفوظ رہے گی جو اپنی عملی روایات پر قائم رہ سکے گی۔

(مکاتیب اقبال صـ۶)

جس قوم میں طاقت و توانائی مفقود ہو جائے جیسا کہ تاتاری یورش کے بعد مسلمانوں میں مفقود ہو گئی تو پھر اس قوم کا نقطۂ نگاہ بدل جاتا ہے ان کے نزدیک ناتوانی ایک حسین و جمیل شے ہو جاتی ہے اور ترک دنیا موجب تسکین۔ اس ترک دنیا کے پردے میں قومیں اپنی سستی و کاہلی اور اس شکست کو جو انہیں تنازع للبقا میں ہو چھپایا کرتی ہیں۔

(اقبال نامہ حصہ اوّل)

خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنا نصب العین متعین کر کے خود اپنی حالت کو نہیں بدلتی۔ کامیابی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ انسان کو خود اپنی قلبی زندگی کی آزادی میں یقین ہو۔ یہی یقین تو ہے جو قوموں کی نظر اپنے مقصد سے ہٹنے نہیں دیتا اور تذبذب سے نجات دلاتا ہے۔ کسی طرف سے کسی قسم کی توقع نہ رکھو۔ خود اپنے اوپر نظر جاؤ۔ اپنی خاک کو انسانیت کی پختگی بخشو۔

(علامہ اقبال ایک تقریر سے اقتباس)

جب تک انسان کو اپنے آغاز و انجام کی کوئی نئی جھلک نظر نہیں آتی وہ کبھی اس معاشرے پر غالب نہیں آسکتا جس میں باہمو گر مقابلے اور مسابقت نے ایک بڑی غیر انسانی شکل اختیار کر رکھی ہے۔ نہ اس تہذیب اور تمدن پر جس کی روحانی وحدت اس کی مذہبی اور سیاسی قدروں کے اندرونی تصادم سے پارہ پارہ ہو چکی ہے

(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ)

عصر حاضر کی ذہنی سرگرمیوں میں سے جو نتائج مرتب ہوئے۔ ان کے زیر اثر انسان کی روح مردہ ہو چکی ہے یعنی وہ اپنے ضمیر اور باطن سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ خیالات اور تصورات کی جہت سے دیکھئے تو اس کا وجود خود اپنی ذات سے متصادم ہے۔ سیاسی اعتبار سے نظر ڈالیے تو افراد افراد سے دست و گریباں۔ اس میں اتنی سکت نہیں کہ اپنی بے رحم انانیت اور ناقابل تسکین جوع زر پر قابو حاصل کر سکے۔ یہ باتیں ہیں جن کے زیر اثر زندگی کے اعلیٰ مراتب کے لیے اس کی جدوجہد بتدریج ختم ہو رہی ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ درحقیقت زندگی ہی سے اکتا چکا ہے۔

(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ)

حیات اُخروی انسان کے ذوق حیات کی شدت پر منحصر ہے جس قدر کسی شخص میں ذوقِ زندگی بہت بڑھا ہوا ہے۔ اس لیے ان کے لیے کوئی برزخ نہیں۔ اس زندگی سے آنکھ بند ہوتے ہی ان کے لئے دوسری زندگی کا دروان کھل جاتا ہے۔

(ملفوظات صفحہ ۴۳ روایت عرشی)

ہم لگاتار بدلتے رہتے ہیں ہمارے داخل اور باطن میں کوئی چیز بھی ساکن نہیں جو کچھ ہے ایک مسلسل حرکت۔ کیفیات کا ایک پیہم رد و بدل۔ ایک دوامی بہاؤ جس کی کوئی منزل ہے نہ مقام ......"

(خطبہ دوم۔ تشکیل جدید الہیات اسلامیہ)

تجربہ کے ذریعے علم حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور منتہائے نظر یہ بتایا گیا ہے کہ قوائے فطرت کو مسخر کیا جائے۔ چنانچہ قرآن پاک تو صاف الفاظ میں انسان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر وہ قوائے فطرت پر غلبہ حاصل کر لیں گے تو ستاروں سے بھی پرے پہنچنے کے قابل ہو جائیں گے۔

(خطبہ صدارت ۱۹۲۷۔ گفتار اقبال صفحہ ۲۳)

مذہب کا مقصود عمل ہے نہ کہ انسان کے عقلی اور دماغی تقاضوں کو پورا کرنا اس واسطے قرآن شریف کہتا ہے۔ "وَمَآ اُوتِیتُم مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیلًا ؕ" اگر مذہب کا مقصود عقلی تقاضوں کو پورا کرنا ہو بھی جیسا کہ ہندو رشیوں اور فلسفیوں نے خیال کیا ہے تو زمانۂ حال کی خصوصیات کے اعتبار سے اس کو نظر انداز کرنا چاہیئے اس وقت وہی قوم محفوظ رہے گی جو اپنی عملی روایات پر قائم رہ سکے گی۔

(مکاتیب اقبال صفحہ ۶)

جس قوم میں طاقت و توانائی مفقود ہو جائے جیسا کہ تاتاری یورش کے بعد مسلمانوں میں مفقود ہو گئی تو پھر اس قوم کا نقطۂ نگاہ بدل جاتا ہے ان کے نزدیک ناتوانی ایک حسین و جمیل شے ہو جاتی ہے اور ترک دنیا موجب تسکین۔ اس ترک دنیا کے پردے میں قومیں اپنی سستی و کاہلی اور اس شکست کو جو انہیں تنازع للبقا میں ہو چھپایا کرتی ہیں۔

(اقبال نامہ حصہ اول)

خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنا نصب العین متعین کر کے خود اپنی حالت کو نہیں بدلتی۔ کامیابی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ انسان کو خود اپنی قلبی زندگی کی آزادی میں یقین ہو۔ یہی یقین تو ہے جو قوموں کی نظر اپنے مقصد سے ہٹنے نہیں دیتا اور تذبذب سے نجات دلاتا ہے۔ کسی طرف سے کسی قسم کی توقع نہ رکھو۔ خود اپنے اوپر نظر جماؤ۔ اپنی خاک کو انسانیت کی پختگی بخشو۔

(علامہ اقبال ایک تقریر سے اقتباس)

جب تک انسان کو اپنے آغاز و انجام کی کوئی نئی جھلک نظر نہیں آتی وہ کبھی اس معاشرے پر غالب نہیں آسکتا جس میں باہم دگر مقابلے اور مسابقت نے ایک بڑی غیر انسانی شکل اختیار کر رکھی ہے۔ نہ اس تہذیب اور تمدن پر جس کی روحانی وحدت اس کی مذہبی اور سیاسی قدروں کے اندرونی تصادم سے پارہ پارہ ہو چکی ہے

(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ)

عصر حاضر کی ذہنی سرگرمیوں میں سے جو نتائج مرتب ہوئے۔ ان کے زیر اثر انسان کی روح مردہ ہو چکی ہے یعنی وہ اپنے ضمیر اور باطن سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ خیالات اور تصورات کی جہت سے دیکھئے تو اس کا وجود خود اپنی ذات سے متصادم ہے۔ سیاسی اعتبار سے نظر ڈالیے تو افراد افراد سے دست و گریباں۔ اس میں اتنی سکت نہیں کہ اپنی بے رحم انانیت اور ناقابل تسکین جوع زر پر قابو حاصل کر سکے۔ یہ باتیں ہیں جن کے زیر اثر زندگی کے اعلیٰ مراتب کے لیے اس کی جدوجہد بتدریج ختم ہو رہی ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ درحقیقت زندگی ہی سے اکتا چکا ہے۔

(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ)

حیات اُخروی انسان کے ذوق حیات کی شدت پر منحصر ہے جس قدر کسی شخص میں ذوق زندگی بہت بڑھا ہوا ہے۔ اس لیے ان کے لیے کوئی برزخ نہیں۔ اس زندگی سے آنکھ بند ہوتے ہی ان کے لئے دوسری زندگی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

(ملفوظات ص۴۳ روایت عرشی)

ہم لگاتار بدلتے رہتے ہیں ہمارے داخل اور باطن میں کوئی چیز بھی ساکن نہیں جو کچھ ہے ایک مسلسل حرکت۔ کیفیات کا ایک پیہم رد و بدل۔ ایک دوامی بہاؤ جس کی کوئی منزل ہے نہ مقام ......"

(خطبہ دوم ۔ تشکیل جدید الہیات اسلامیہ)

شاہین کی تشبیہ محض شاعرانہ نہیں۔ اس جانور میں اسلامی فقر کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ خوددار اور غیرت مند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔ بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا۔ بلند پرواز ہے خلوت پسند ہے۔ تیز نگاہ ہے۔

(اقبال نامہ صت۲)

یہ فطرت کے پیہم انقلابات ہیں جن کے پیش نظر ہم مجبور ہو جاتے ہیں کہ اپنے آپ کو نئے نئے سانچوں میں ڈھال دیں۔ پھر جوں جوں ہم اپنی ذہنی کاوشوں سے علائق فطرت پر غلبہ حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں ہماری زندگی میں وسعت اور تنوع پیدا ہوتا ہے اور ہماری بصیرت تیز تر ہو جاتی ہے۔

(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ص۲۱)

انسان ہی کے حصے میں یہ سعادت آئی ہے کہ اس عالم کی گہری سے گہری آرزوؤں میں شریک ہو جو اس کے گردوپیش موجود ہے اور اپنی علیٰ ہذا کائنات کی تقدیر خود متشکل کرے۔ کبھی اس کی قوتوں سے توافق پیدا کرتے ہوئے اور کبھی پوری طاقت سے کام لیتے ہوئے اپنی غرض و غایت کے مطابق ڈھال کر۔ اس لحظہ بہ لحظہ پیش رس اور تغیر زا عمل میں خدا بھی اس کا ساتھ دیتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پہل انسان کی طرف سے ہو۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم

لیکن اگر وہ پہل نہیں کرتا اپنی ذات کی وسعتوں اور گوناگوں صلاحیتوں کو ترقی نہیں دیتا۔ زندگی کی بڑھتی ہوئی رو کا کوئی تقاضا اپنے اندرون ذات میں محسوس نہیں کرتا تو اس کی روح پتھر کی طرح سخت ہو جاتی اور وہ گر کر بے جان مادے کی سطح پر جا پہنچتا ہے۔

(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ص۱۸)

قوی انسان ماحول تخلیق کرتا ہے کمزوروں کو ماحول کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنا پڑتا ہے۔

(شذرات فکر اقبال ص۱۳۲)

یہ آرزو اپنجاہے کہ کوئی قابل نوجوان جو ذوقِ خداداد کے ساتھ قوتِ عمل بھی رکھتا ہو مل جائے جس کے دل میں اپنا اضطراب منتقل کر دوں۔

(اقبال نامہ حصہ دوم صـ۴۹)

مسلمان کے اندرونی اتحاد اور ان کی نمایاں یکسانیت ان قوانین کی شرمندۂ احسان ہے جو تہذیبِ اسلامی سے وابستہ ہیں لیکن اس وقت مغرب کے سیاسی افکار نہایت تیزی کے ساتھ نہ صرف ہندوستان بلکہ ہندوستان سے باہر تمام دنیائے اسلام میں انقلاب پیدا کر رکھا ہے اور نوجوان مسلمانوں کی یہ خواہش کہ وہ ان افکار کو اپنی زندگی کا جزو بنا لیں۔

(خطبہ صدارت الہ آباد ۱۹۳۰)

دراصل مکان و زمان کی یہ عظیم وسعت اس امر کی منتظر ہے کہ انسان کا دستِ تسخیر اسے پوری طور پر مسخر کرے۔ اس کا فرض ہے آیاتِ الٰہیہ پر غور کرے اور اس طرح ان ذرائع کی تلاش میں قدم اٹھائے جن کی بدولت وہ فی الحقیقت فطرت پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے۔

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ ۱۶)

مسولینی کا اصول یہ تھا کہ جس شخص کے پاس فولاد ہے اس کے پاس روٹی ہے لیکن میں اس میں ترمیم کر کے کہتا ہوں کہ جو شخص فولاد ہے اس کے پاس سب کچھ ہے۔ سخت بن جاؤ اور سخت محنت کرو۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا یہی راز ہے۔

(ذکر اقبال صـ۱۶۲)

حکومت وسیاست

ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جمہوریہ اسلامیہ کی بنا شریعت حقہ کے نزدیک ایک مطلق و آزاد مساوات پر قائم ہے۔

(خلافت اسلامیہ۔ مقالات اقبال ص۱۰۹)

حکومت کا سب سے بڑا فرض افراد کے اخلاق کی حفاظت ہے لیکن اس اہم فرض کو دنیائے جدید تعلیم ہی نہیں کرتی۔ حکومتیں محض لوگوں کے سیاسی خیالات و رجحانات سے تعلق رکھتی ہیں۔ افراد کے اخلاق کو درست کرنا اپنے فرائض میں داخل ہی نہیں سمجھتیں۔

(خواجہ عبدالمجید۔ ملفوظات ص۱۴۵)

سچی سیاسی زندگی کا آغاز حقوق کے مطالبے سے نہیں بلکہ فرائض کی ادائیگی سے ہوتا ہے۔

(شذرات فکر اقبال ص۱۵۲)

"اسلامی نظام حکومت نہ جمہوریت ہے نہ ملوکیت، نہ ارسٹا کریسی اور نہ تھیا کریسی"

(بروایت عبدالواحد۔ ملفوظات ص۱۹۳)

سیاسیات کی جڑ انسان کی روحانی زندگی میں ہوتی ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اسلام ذاتی رائے کا معاملہ نہیں بلکہ وہ ایک سوسائٹی ہے۔

(خطبہ صدارت الہ آباد ۱۹۳۲)

اسلام کے لیے سوشل ڈیموکریسی (اسلامی سوشلزم) کی کسی موزوں شکل میں ترویج جب اسے

شریعت کی تائید اور موافقت حاصل ہو، حقیقت میں کوئی انقلاب نہیں بلکہ اسلام کی حقیقی پاکیزگی کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

(قائداعظم کے نام خط ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء)

اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقہ میں اپنی مرکزیت قائم کر سکے۔

(خطبہ صدارت الہ آباد ۱۹۳۰ء)

پان اسلام ازم ایک باطل اصطلاح ہے جسے یورپ کے سیاست دانوں نے عالم اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں اور فتنہ انگیزیوں کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

(مکتوبات اقبال ص۹)

شہری اور دیہاتی تمیز نے پنجاب کو اس قابل نہیں رہنے دیا کہ صحیح رہنما پیدا کر سکے۔

(فیضان اقبال ص۲۴۱)

مجھے یقین ہے خود روسی قوم بھی اپنے موجودہ نظام کے نقائص تجربے سے معلوم کر کے کسی ایسے نظام کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو جائے گی جس کے اصول اساسی یا خالص اسلامی ہوں گے یا اس سے ملتے جلتے ہوں گے۔

(خطوط اقبال ص۱۵۷)

اسلام کے لیے اشتراکی جمہوریت کو کسی موزوں شکل میں قبول کرنا حقیقت میں اسلام سے انحراف نہیں بلکہ اسلام کی اصل پاکیزگی کی طرف لوٹنے کے مترادف ہوگا۔

(خط بنام سید سلیمان ندوی)

وہ شخص جو دین کو سیاسی پروپیگنڈے کا پردہ بناتا ہے میرے نزدیک لعنتی ہے۔

(انوار اقبال صـ۱۶۸)

اسلام کو جہاں ستانی اور کشور کشائی میں جو کامیابی ہوئی ہے میرے نزدیک وہ اس کے مقاصد کے حق میں بے حد مضر تھی۔ اس طرح اقتصادی اور جمہوری حصول نشوونما نہ پا سکے جن کا ذکر قرآن کریم اور احادیث نبوی میں جابجا آیا ہے یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں نے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر لی۔ لیکن ساتھ ہی ان کے سیاسی نصب العین پر غیر اسلامی رنگ چڑھا ہوا ہے۔

(ڈاکٹر نکلسن کے نام خط)

جہاں تک سیاسی مسائل کا تعلق ہے میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ میرے پاس کوئی پرائیویٹ سیکرٹری ہے جو میرے لیے مواد فراہم کرے۔ نہ میرے پاس سیاسی لٹریچر کا کوئی بلندہ ہے جس پر میں اپنی بحثوں کی اساس قائم کروں بلکہ میرے پاس حق و صداقت کی ایک جامع کتاب (قرآن مجید) ہے جس کی روشنی میں میں مسلمانانِ ہند کے حقوق کی ترجمانی کرنے کی کوشش کروں گا۔

(دہلی میں سپاسنامے کا جواب۔ گفتار اقبال صـ۱۳۶)

لیڈر امیروں کی جماعت میں موجود ہیں ہی نہیں مسلمانوں کے لیڈر عوام سے پیدا ہونگے۔ تم دیکھ لینا ایسا ہو کر رہے گا پھر وہ لوگ رہنمائی کر سکیں گے۔

(ملفوظاتِ اقبال)

جمہوری طرز حکومت میں طرح طرح کی دقتیں پیش آتی ہیں لیکن انسانی تجربہ اس بات کو ثابت کر دیتا ہے کہ دقتیں ناقابل عبور نہیں۔

(سول اینڈ ملٹری گزٹ ۳ جولائی ۱۹۳۰ء)

ذاتی طور پر میری رائے میں خالص مغربی طرز کی جمہوریت ہندوستان میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

(حرف اقبال صـ ۱۷۳)

میں ذاتی طور پر اس کا یقین رکھتا ہوں کہ کوئی سیاسی جماعت جو عام مسلمانوں کی بہبودی کی ضامن نہ ہو عوام کے لیے باعث کشش نہیں ہو سکتی۔

(خط بنام جناح ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء)

حب الوطنی صحیح طور پر ایک قدرتی نیکی ہے اور انسان کی اخلاقی زندگی میں ایک خاص درجہ رکھتی ہے تاہم جو چیز دراصل اہمیت رکھتی ہے وہ انسان کا عقیدہ ہے اس کی تہذیب ہے اس کی تاریخی روایت ہے یہی وہ چیزیں ہیں جن کے لئے انسان کو زندہ رہنا چاہیئے۔

(خطبہ صدارت ۱۹۳۱ء - لاہور)

مسلمانوں کی مصیبت زیادہ تر اقتصادی اور سیاسی ہے مذہبی نہیں۔

(انوار اقبال ص ۱۸۴)

سیاسیات مسلمانوں میں کوئی علیحدہ شے نہیں بلکہ خالص مذہبی نکتۂ خیال ہے۔ اور اگر کچھ ہے تو مذہب کی لونڈی ہے۔

(خط بنام نیاز الدین خان ۱۹۱۷ء)

سیاسی غلامی وحشی باشندوں کے لیے اچھی ہو تو ہو لیکن مہذب انسانوں کے لیے نہیں

(خطبہ صدارت لاہور ۲۱ مارچ ۱۹۳۱)

اسلام کے پیش نظر ایک ایسا عالمگیر نظام سیاست ہے جس کی اساس وحی و تنزیل پر ہے۔

(خطبہ صدارت الہ آباد ۱۹۳۰ء)

" اگر عالم بشریت کا مقصد اقوام انسانی کا امن، سلامتی اور ان کی موجودہ اجتماعی ہیئتوں کو بدل کر ایک واحد اجتماعی نظام بنانا قرار دیا جائے تو سوائے نظام اسلام کے کوئی اور اجتماعی نظام ذہن میں نہیں آسکتا،،

(مقالات اقبال ص ۲۲۴)

زبان

ع گیسوئے اُردو ابھی منّت پذیرِ شانہ ہے

زندہ زبان انسانی خیالات کے انقلاب کے ساتھ بدلتی رہتی ہے اور جب اس میں انقلاب کی صلاحیت نہیں رہتی تو مردہ ہو جاتی ہے۔

(خط بنام نذر۔ اقبال نامہ ص۵۶)

اردو کی اشاعت اور ترقی کیلیے آپ کا دلی میں نقل مکان کرنا بہت ضروری ہے۔ کاش میں اپنی زندگی کے باقی دن آپ کے ساتھ رہ کر اردو کی خدمت کر سکتا۔

(خط بنام مولوی عبدالحق)

میری عمر زیادہ تر مغربی فلسفے کے مطالعہ میں گزری ہے اور یہ نقطۂ خیال ایک حد تک طبیعت ثانیہ بن گیا ہے دانستہ یا نادانستہ میں اسی نقطۂ نگاہ سے حقائق اسلام کا مطالعہ کرتا ہوں اور مجھ کو بارہا اس کا تجربہ ہوا ہے کہ اردو میں گفتگو کرتے ہوئے میں اپنے مافی الضمیر کو اچھی طرح ادا نہیں کر سکتا۔

(اقبال نامہ ص۴۸)

زبان بھی اتحاد کا کتنا بڑا ذریعہ ہے افسوس ہے۔ یورپ کے استیلا نے اس رشتے کا بھی خاتمہ کر دیا کتنے مسلمان ہیں جو عربی جانتے اور اپنا مافی الضمیر اس میں ادا کر سکتے ہیں حالانکہ عربی ہماری بین الاقوامی زبان ہے ہمارے دینی ثقافتی اور ادبی رابطے کا ایک عظیم سرچشمہ۔

(اقبال کے حضور ص۵۱)

" زبان کو میں ایک بت تصور نہیں کرتا جس کی پرستش کی جائے بلکہ اظہار مطالب کا ایک

کا انسانی ذریعہ سمجھتا ہوں۔

(عبدالرب نشتر کے نام)

زبانیں اپنی اندرونی قوتوں سے نشوونما پاتی ہیں اور نئے نئے خیالات و جذبات ادا کر سکنے پر ان کی بقا کا انحصار ہے۔

(مولوی عبدالحق کے نام)

میرے زیر نظر حقائق اخلاقی و ملی ہیں زبان میرے لیے ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔

(فیضان اقبال۔ پروفیسر شجاع کے نام خط)

اسلوب بیان کو شاعری کا حقیقی VIEW تصور کرنا کسی طرح درست نہیں

(آل احمد سرور کے نام خط۔ ماہ نو اقبال نمبر ۱۹۷۷)

میری لسانی عصبیت دینی عصبیت سے کسی طرح کم نہیں

(مولوی عبدالحق کے نام)

عربی ہی وہ غیر یورپی زبان ہے جو موجودہ زمانے میں خیالات کی ترقی کے ساتھ بڑھتی رہی ہے

(حرف اقبال ص ۱۴۳)

قائدِ اعظم

ھ اُترے مسیح بن کے محمد علی جناح

"مسٹر جناح کو خدا تعالیٰ نے ایک ایسی خوبی عطا کی ہے جو آج تک ہندوستان کسی مسلمان میں مجھے نظر نہیں آئی۔ وہ نہ تو بدعنوان ہیں اور نہ انہیں خریدا جا سکتا ہے۔

He is incorruptible and unpurchasable

(آثار اقبال صلـ۱۹)

بطل جلیل محمد علی جناح ان قابل فخر مسلم رہنماؤں میں سے ہیں جن کی سیاسی دانش ہمیشہ مسلمانوں کے لئے صبر آزما وقتوں میں مشعل راہ کا کام دیتی رہی ہے۔ جس خلوص اور عزیمت سے انہوں نے مسلمانان ہند کے تمام اہم اور نازک موقعوں پر خدمت کی ہے اس کے لئے مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کے سر عقیدت اور احترام سے جھکے رہیں گے۔

(مسلمانان پنجاب کے نام اپیل۔ ۸ مئی ۱۹۳۶ء)

مسلمانوں کو چاہیئے کہ مسٹر جناح کے ہاتھ مضبوط کریں۔ مسٹر جناح کے سوا اب کوئی شخص مسلمانوں کی قیادت کا اہل نہیں ہے۔

(سید نذیر نیازی — اقبال کے حضور جلد اول)

مسلم لیگ مسلمانان ہند کی سب سے پرانی سیاسی جماعت ہے جسے تمام مسلمانوں کا مکمل اعتماد حاصل ہونا چاہیئے خصوصاً اس وقت کہ اس کی عنانِ قیادت مسٹر محمد علی جناح ایسے رہنما کے ہاتھ میں ہے جنہیں تمام مسلمانوں کا اعتماد حاصل ہے۔

(بیان۔ انقلاب ۷ مئی ۱۹۳۷ء)

دو باتوں سے جی خوش ہوا ہے ایک تو جناح کے اس کہنے پر کہ بندے ماترم سے شرک کی بو آتی ہے دوسرے اس پر کہ ہندی ہندوستانی کی تحریک دراصل اردو پر حملہ ہے اور اردو کے پردے میں بالواسطہ اسلامی تہذیب پر

(اقبال کے حضور جلد اوّل۔ نذیر نیازی)

میں سیاست دان نہیں ہوں گو سیاست نے مجھے اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اور اپنا شکار بنا رکھا ہے۔

(جواہر لال نہرو سے ملاقات۔ - DISCOVERY OF India

ہمیں جناح سے بہتر کوئی آدمی نہیں مل سکتا۔ جناح ہی ہماری قیادت کے اہل ہیں۔

(اقبال کے حضور جلد اوّل۔ نذیر نیازی)

میرا ذاتی خیال ہے کہ کوئی سیاسی جماعت جو تمام مسلمانوں کی بہبود کی ضامن نہ ہو عوام کے لیے باعث کشش نہیں ہو سکتی۔

(خط بنام جناح ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء)

جناح سیاستدان ہیں۔ ان کا مزاج قانونی ہے اور خوب سمجھتے ہیں ہندوستان کا اصل مسئلہ کیا ہے یہ بھی کہ ہندوؤں اور انگریزوں میں جو کشمکش جاری ہے اس کی حقیقی نوعیت کیا ہے وہی تو حقیقت میں محب وطن ہیں۔

(روزنامچہ ۱۹ جنوری ۱۹۳۸)

میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسٹر جناح ہی مسلمانوں کے اصل لیڈر ہیں اور میں تو ان کا ایک معمولی سپاہی ہوں

(اقبال کے آخری دو سال صـ ۵۷۲)

معیشت

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

کسی شے کی حقیقی قدر و منزلت اس امر پر منحصر ہے کہ وہ کہاں تک ہماری زندگی کے اعلےٰ ترین مقصد کے حصول میں ہم کو مدد دیتی ہے یا یوں کہو کہ ہر شے کی اصلی وقعت کا فیصلہ تمدنی لحاظ سے ہوتا ہے۔ دولت ہی کو لے لو۔ اگر یہ شے ہمارے افضل ترین مقاصد کے حصول میں ہم کو مدد نہیں دے سکتی تو پھر اس کا کیا فائدہ!

(علم الاقتصاد صـ۲۱)

" اگر بالشوزم میں خدا کی ہستی کا اقرار شامل کر دیا جائے تو بالشوزم اسلام کے بہت ہی قریب آجاتا ہے اس لئے میں متعجب نہ ہوں گا اگر کسی زمانے میں اسلام اسے جذب کر لے یا روس اسلام کو"

(حرفِ اقبال صـ۱۸۴)

صنعتی ترقی سے ہی ہم اپنے آپ کو بیکاری کی لعنت سے بچا سکتے ہیں

(تقریر پنجاب لیجسلیٹو کونسل ۱۹۳۰)

اگر کسی شخص کی آمدنی قلیل ہو اور اس کی اولاد بڑھتی جائے تو صاف ظاہر ہے کہ اس خاندان کی فارغ البالی وہ نہ رہے گی جو پہلے اسے حاصل تھی۔ موجودہ آمدنی تمام افراد کے گزارے کے لئے کافی نہ ہوگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خاندان کی جسمانی حالت میں فرق آجائے گا اور وہ پس انداز بھی جو کسی آڑے وقت کے لئے جمع رکھا ہوگا، خرچ ہو جائے گا۔

(علم الاقتصاد)

ہمارے ملک میں سامان معیشت کم ہے اور آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ قدرت قحط اور وبا سے

اس کا علاج کرتی ہے مگر ہم کو بھی چاہیئے کہ بچپن کی شادی اور تعداد ازدواج کے دستور کی پابندیوں سے آزاد ہو جائیں۔ اپنے قلیل سرمایئے کو زیادہ دور اندیشی سے صرف کریں۔ صنعت و حرفت کی طرف توجہ کر کے ملک کی شرح اجرت کو زیادہ کریں اور عاقبت بینی کی راہ سے اپنی قوم کے انجام کی فکر کریں تاکہ ہمارا ملک مفلسی کے خوفناک نتائج سے محفوظ ہو کر تہذیب تمدن کے ان اعلیٰ مدارج تک رسائی حاصل کرے جن کے ساتھ ہماری حقیقی بہبودی وابستہ ہے۔ بیاہ کی خواہش ایک فطری تقاضا ہے اور اس کو بالکل دبائے رکھنا بھی صحت کے خلاف ہے لہٰذا اقتصادی لحاظ سے انسان کی بہبودی اسی میں ہے کہ وہ حتی المقدور اپنی حیوانی خواہشوں کو پورا کرنے سے پرہیز کرے اور جہاں تک ممکن ہو بچوں کی کم سے کم تعداد پیدا کرے یہ مطلب بڑی عمر میں شادی کرنے یا بالفاظ دیگر شرح پیدائش کو کم کرنے اور نفسانی تقاضوں کو بالعموم ضبط کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔

(علم الاقتصاد ص ۲۰)

روٹی کا مسئلہ روز بروز شدید ہوتا چلا جا رہا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو افلاس سے کیونکر نجات دلائی جا سکتی ہے۔

(خط بنام جناح)

شریعت اسلامیہ کے طویل و عمیق مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلامی قانون کو معقول طریق پر سمجھا اور نافذ کیا جائے تو ہر شخص کو کم از کم معمولی معاش کی طرف سے اطمینان ہو سکتا ہے

(خط بنام جناح)

مذہب کا مقصد یہ نہیں کہ انسان بیٹھا ہوا زندگی کی حقیقت پر غور کیا کرے بلکہ اس کی اصلی غایت یہ ہے کہ زندگی کی سطح کو بتدریج بلند کرنے کے لئے ایک مربوط اور متناسب عمرانی نظام قائم کیا جائے

(ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر)

جب دو ممالک آپس میں تجارت کرتے ہیں تو بسا اوقات ایک ملک دوسرے ملک کا زیر بار ہو جاتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زیر بار شدہ ملک کی اشیا برآمد درآمد کے درمیان مساوات قائم نہیں رہتی کیونکہ اس کو نہ صرف اپنی درآمد کے عوض میں اشیاء برآمد زیادتی کرنی پڑتی ہے یا مزید روپیہ ادا کرنا پڑتا ہے اس وجہ سے ایک ملک میں روپے کی مقدار بڑھتی ہے اور دوسرے میں کم ہو جاتی ہے۔

(علم الاقتصاد)

تمدن انسانی کی ابتدائی صورتوں میں حق ملکیت یا جائداد شخصی کا وجود مطلق نہ تھا محنت کی پیداوار میں حسب ضرورت ہر شخص کا حصہ تھا۔ ہر شے ہر شخص کی گویا ملکیت تھی اور کوئی خاص فرد یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ خاص شے میری ملکیت ہے اور یہ کسی اور کی۔ نہ کہیں افلاس کی شکایت تھی نہ چوری کا کھٹکا تھا۔ قبائل انسانی مل کر گذران کرتے تھے اور امن و صلح کاری کے ساتھ اپنے دن کاٹتے تھے۔ یہ مشارکت جو اس ابتدائی تمدن میں انسان کا اصول معاشرت تھی ہمارے ملک کے اکثر دیہات میں اس وقت بھی کسی نہ کسی صورت میں مروج ہے زمانۂ حال کے بعض فلسفی اس بات پر مصر ہیں کہ تمدن کی یہی صورت سب سے زیادہ اعلیٰ و افضل ہے اقوام دنیا کی بہبودی اسی میں ہے کہ ان بے جا امتیازات کو یک قلم موقوف کر کے قدیمی اور قدرتی اصول مشارکت فی الاشیا کو مروج کیا جائے اور کچھ نہیں تو کم از کم ملکیت زمین کی صورت میں ہی اس اصول پر عملدرآمد کیا جائے کیونکہ یہ شے کسی خاص فرد یا قوم کی محنت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ قدرت کا ایک مشترکہ عطیہ ہے جس پر قوم کے ہر فرد کو مساوی حق ملکیت حاصل ہے۔

(علم الاقتصاد)

جوں جوں آبادی بڑھتی ہے ضرورت ان زمینوں کو کاشت میں لانے پر مجبور کرتی ہے جو اس سے پہلے غیر مزروعہ پڑی تھیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو زمین افزائش آبادی سے پیشتر کاشت کی جاتی تھیں ان کا لگان بڑھ جاتا ہے زمیندار روز بروز دولتمند ہوتے جاتے ہیں حالانکہ یہ مزید دولت جو ان کو ملتی ہے نہ ان کی ذاتی کوششوں اور نہ ان کی زمینوں کے محاصل کی مقدار بڑھنے کا نتیجہ ہوتی ہے۔ بلکہ

صرف آبادی کی زیادتی سے پیدا ہوتا ہے۔ ان کی ذاتی کوششوں اور ان کی زمینوں کے حاصل کی مقدار میں کوئی فرق نہیں آتا پھر ان کا کوئی حق نہیں کہ دولتمند ہو جائیں۔

(علم الاقتصاد صد ۱۵۲)

جو معیبت کا مارا زندگی کی دوڑ میں ایک دفعہ منہ کے بل گر گیا وہ پھر نہیں اٹھ سکتا اور جو جدید حالت میں ایسے اسباب بھی موجود نہیں جن کا عمل اس بدقسمت کو سہارا دے کر اپنے پاؤں پر کھڑا کردے

(علم الاقتصاد صد ۱۸۲)

ہمارے نزدیک کمی اجرت کا مفید ترین نسخہ قومی تعلیم ہے یہی وہ چیز ہے جس سے دستکار کا ہنر اس کی محنت کی کارکردگی اور اس کی ذہانت ترقی کرتی ہے اس کے اخلاق سنورتے ہیں اور وہ اس قابل بنتا ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔ تعلیم کی مدد سے دستکار اپنے کام کو سہولت کے ساتھ کرلینے کی راہیں سوچ سکتا ہے اور جدید کلوں کا استعمال جلد سیکھ جاسکتا ہے اور خراب اور ہر قسم کی غلط کاری سے محفوظ رہتا ہے جو بالعموم جہالت اور ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ ہوا کرتی ہے۔

(علم الاقتصاد صد ۱۸۵)

غریبی اور افلاس زندگی کی بہت بڑی لعنت ہے کہ جس میں مبتلا ہو کر انسان انسان نہیں رہتا۔

(حیات اقبال کا جذباتی دور صد ۴۲)

اسلام ایک ایسا جمہوری نظام ہے جس کی جمہوریت مغرب کی جمہوریت سے اور جس کی اشتراکیت روسی اشتراکیت سے زیادہ ہمہ گیر انصاف پسند اور انسانیت کے ہمہ جہت ارتقا میں زیادہ مددگار ہے۔

(حیات اقبال کا جذباتی دور)

محنت کے پھل پر صرف محنت کرنے والے کا حق ہوتا ہے

(حیات اقبال کا جذباتی دور)

مال جمع کرنے کی صرف ایک ہی صورت جائز ہے اور وہ یہ کہ جمع کرنے والے کی نیت دین کی راہ میں صرف کرنے کی ہو۔

ہندوستان کے مسلمان امرا اسلام کی راہ میں خرچ کرنے کی ضرورت و اہمیت سے قطعاً ناآشنا ہیں۔ تاریخ اسلام میں یہ دور نہایت نازک ہے۔

(خط بنام محمد جمیل)

یہ دستور تو اس معاشی تنگدستی کا جو شدید تر ہوتی چلی جا رہی ہے کوئی علاج نہیں فرقہ وارانہ فیصلہ ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی ہستی کو تسلیم کرتا ہے لیکن کسی قوم کی سیاسی ہستی کا ایسا اعتراف جو اس کی معاشی پسماندگی کا کوئی حل تجویز نہ کرتا ہو۔ اور نہ کر سکے، اس کے لئے بے سود ہے۔

(۱۹۳۵ کے ہندوستانی دستور کے بارے میں قائداعظم کے نام خط)

لیگ کو انجام کار یہ فیصلہ کرنا ہی پڑے گا کہ وہ مسلمانوں کے اعلیٰ طبقہ کی نمائندہ بنی رہے یا مسلمان عوام کی نمائندگی کا حق ادا کرے۔

(خط بنام جناح ۲۸ مئی ۱۹۳۷)

روزی کا فکر روح کا قاتل ہے

(عبدالماجد دریابادی کے نام)

میں مسلمان ہوں میرا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ دلائل و براہین پر مبنی ہے کہ انسانی جماعتوں کے اقتصادی امراض کا بہترین علاج قرآن مجید نے تجویز کیا ہے۔

۲۰ (خط بنام ایڈیٹر "زمیندار" خطوط اقبال ص ۱۵۵)

عورت

ع   مادراں را اسوۂ کامل بتول

مسلمان عورتوں کے لئے بہترین اسوہ حضرت فاطمۃ الزہرا ہیں۔ کامل عورت بننا ہو تو آپ کو فاطمۃ الزہرا کی زندگی پر غور کرنا چاہیئے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ عورت کو اپنی انتہائی عظمت تک پہنچنے کے لئے حضرت فاطمۃ الزہرا کا نمونہ بہترین نمونہ ہے۔

(گفتار اقبال ص۴۹)

میں اس خیال سے لرزہ براندام ہو جاتا ہوں کہ عورتیں قوت لائیت کا خود بندوبست کریں۔ اس طرز عمل سے نسائیت کا جوہر تباہ و برباد ہو جائے گا۔

(مضمون مغربی اور مشرقی خواتین کی حیثیت
مطبوعہ یورپ پوسٹ لندن ۱۹۳۳)

مجھے عورتوں پر کچھ زیادہ اعتماد نہیں ہے یہ اپنے مخصوص مشاغل مثلاً خانہ داری میں بھی بلند ذہنیت کا ثبوت نہیں دیتیں۔

(ملفوظات ص۱۴۳)

اگر عورتیں اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے اپنے والدین سے اصرار کریں۔ اگر عورتیں اپنے حقوق کی حفاظت پر پورے طور سے آمادہ ہو جائیں اور وہ حق جو شریعت اسلامی نے عورتوں کو دے رکھے ہیں آپ مردوں سے لے کر رہیں تو میں سچ کہتا ہوں کہ مردوں کی زندگی تلخ ہو جائے۔ عورتیں بچوں کو دودھ پلانے کی اجرت طلب کر سکتی ہیں۔ کھانا پکانے کی اجرت بذریعہ عدالت حاصل کر سکتی ہیں۔

(گفتار اقبال ص۲۷۲)

آپ کو شاید معلوم نہیں کہ ہمارے علماء نے کبھی اس بات کی توضیح ہی نہیں کی کہ نکاح کے وقت عورت کہہ سکتی ہے کہ جو حق اسلام نے طلاق کا تم کو (مرد کو) دیا ہے وہی اس وقت مجھے (عورت کو) دے دو تو پھر نکاح ہوگا یا یہ حق میرے کسی قریبی تعلق والے کو دے دیا جائے۔ پنجاب میں آج سے دس سال پہلے کسی کو معلوم نہ تھا کہ عورت کو نکاح کے وقت یہ حق بھی حاصل ہے اور نہ جہالت کی وجہ سے آج تک کسی نے دریافت ہی کیا۔

(تقریر ۷ جنوری ۱۹۲۹ گفتار اقبال ص)

مجھے یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ اسلام میں مرد و زن میں قطعی مساوات ہے میں نے قرآن پاک کی آیت سے بھی سمجھا ہے بعض علما فرد کی فوقیت کے قائل ہیں جس آیت سے تمسک کیا جاتا ہے وہ یہ۔
" الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ " عربی محاورے کی رو سے اس کی یہ تفسیر صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے۔ عربی گرامر کی رو سے قائم کا صلہ جب علیٰ پر آئے تو معنی محافظت کے ہو جاتے ہیں ایک دوسری جگہ قرآن حکیم نے فرمایا " هُنَّ لباس لکم وانتم لباس لهن " لباس بھی محافظت کے لئے ہوتا ہے۔ مرد عورت کا محافظ ہے۔ دیگر کسی لحاظ سے بھی مرد و عورت میں کسی قسم کا فرق نہیں۔

(تقریر مرد اور عورت کا مرتبہ۔ ۷ جنوری ۱۹۲۹ مدراس)

مسلمان عورت کو بدستور اسی حد کے اندر رہنا چاہئے جو اسلام نے اس کے لئے مقرر کر دی ہے اور جو حد کہ اس کے لئے مقرر کی گئی ہے اسی کے لحاظ سے اس کی تعلیم ہونی چاہئے۔

(خطبہ صدارت لاہور۔ ۲۱ مارچ ۱۹۳۱ء)

عورت کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیت ہے۔ ٹائپسٹ یا کلرک بنا دینا نہ صرف قانون فطرت کی

خلاف ورزی ہے بلکہ انسانی معاشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوسناک کوشش ہے۔

(روزگار فقیر)

فطرت کا تقاضا ہے کہ ہر وہ چیز جس میں تخلیقی صفات ہوں پردے ہی میں رہے۔ خود خدا کو دیکھئے بے حجاب نہیں۔ زندگی کو دیکھئے اگرچہ اس کے آثار کو ہم دیکھ سکتے ہیں مگر بذاتِ خود وہ ہماری نظر سے پنہاں ہے ـــــ قرآن تو حجاب رُو کا قائل ہے۔

(ذکر اقبال صـ۲۵۵)

ہاں اگر قوم کی حالت ایسی ہو جائے جیسی کہ ابتدائے زمانۂ اسلام میں تھی تو اس کا زور بہت کم کیا جا سکتا ہے اور قوم کی عورتوں کو آزادی سے افراد کے ساتھ تبادلۂ خیالات کرنے کی عام اجازت ہو سکتی ہے

(مضمون "قومی زندگی" سے اقتباس)

معاشرتی اصلاح کے نوجوان مبلغ یہ سمجھتے ہیں کہ مغربی تعلیم کے چند جرعے مسلم خواتین کے تنِ مردہ میں نئی جان ڈال دیں گے اور وہ اپنی ردائے کہنہ کو پارہ پارہ کر دے گی۔ شاید یہ بات درست ہو لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اپنے آپ کو برہنہ پا کر اسے ایک مرتبہ پھر اپنا جسم ان نوجوان مبلغوں کی نگاہوں سے چھپانا پڑے گا۔

(شذرات فکر اقبال صـ۱۲۳)

عورتوں کے حقوق کے ضمن میں پردے کا سوال بھی غور طلب ہے کیونکہ کچھ عرصہ سے اس پر بڑی بحث ہو رہی ہے بعض مسلمان جو مغربی تہذیب سے بہت متاثر ہو گئے ہیں اس دستور کے سخت مخالف ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی زمانے اور حال کے دیگر اسلامی ممالک میں پردے کی یہ صورت نہیں تھی جو آج کل ہندوستان میں ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں پردے پر سخت زور دیا جانا اخلاقی وجوہ پر مبنی تھا چونکہ اقوام ہندوستان نے اخلاقی لحاظ سے کچھ بہت ترقی نہیں کی اس واسطے اس دستور کو یک قلم موقوف کر دینا میری رائے میں قوم کے لئے نہایت مضر ہوگا۔

("قومی زندگی" مقالاتِ اقبال صـ۷۵)

"میرا عقیدہ رہا ہے کہ کسی قوم کی بہترین روایات کا تحفظ بہت حد تک اس قوم کی عورتیں ہی کر سکتی ہیں۔"

(گفتارِ اقبال ص۵)

اگر آپ ان حقوق پر نظر ڈالیں جو اسلام نے عورتوں کو دئے ہیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اس مذہب نے عورت کو کس طرح مرد سے ادنیٰ درجہ پر نہیں رکھا۔"

(گفتارِ اقبال ص۷)

اسلام میں تعددِ ازدواج کا حکم نہیں دیا گیا محض اجازت ہے۔

(گفتارِ اقبال ص۹)

عورت حقیقت میں تمدن کی جڑ ہے۔ ماں اور بیوی دو ایسے پیارے لفظ ہیں کہ تمام مذہبی اور تمدنی نیکیاں ان میں مستتر ہیں۔ اگر ماں کی محبت میں حبِ وطن اور حبِ قوم پوشیدہ ہے جس میں سے تمام تمدنی نیکیاں بطور نتیجے کے پیدا ہوتی ہیں تو بیوی کی محبت اس سوز کا آغاز ہے جس کو عشقِ الٰہی کہتے ہیں۔ پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ تمدن کی جڑ کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں اور اپنی قوم کی عورتوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں۔

("قومی زندگی" مقالاتِ اقبال ص۵۱)

مرد کی تعلیم صرف ایک فردِ واحد کی تعلیم ہے مگر عورت کو تعلیم دینا حقیقت میں تمام خاندان کو تعلیم دینا ہے۔ دنیا میں کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی اگر اس قوم کا آدھا حصہ جاہلِ مطلق رہ جائے۔

(مقالاتِ اقبال ص۵۶)

عالم نسواں کے متعلق علم الاعضا اور علم الحیات کے اکتشافات کو مدِ نظر رکھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مسلمان عورت کو جماعت اسلامی میں بدستور اسی حد کے اندر رہنا چاہیے جو اسلام نے ان کے لئے مقرر کر دی ہے

(مقالات اقبال صفحہ ۱۳۷)

عورتوں کا حسین تقدس اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے اجنبی نگاہوں سے ہر نوع محفوظ رکھا جائے عورت ایک ہی عظیم ذریعہ تخلیق ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی تخلیقی قوتیں مستور اور محجوب ہیں۔

(اخبار پوسٹ (Post) لندن)

وہ عورت جو کمالِ حسن کے باوصف پندارِ حسن سے مطلق مبرّا ہو، میرے نزدیک خدا کی تمام مخلوقاتِ ارضی میں دلکش ترین شے ہے۔

(شذرات فکر اقبال صفحہ ۱۵)

آزادیٔ نسواں کا موجودہ سیلاب معاشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوسناک کوشش ہے جس قوم نے عورتوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی وہ کبھی نہ کبھی اپنی غلطی پر ضرور پشیمان ہوئی ہے۔

(ذکر اقبال)

تعلیم و تربیت

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی نہ محبت، نہ معرفت نہ نگاہ

اس وقت میں بڑا ضروری ہے کہ استاد اپنی مثال بچے کے سامنے پیش کرے تاکہ اسے اس کے ہر فعل کی نقل کرنے کی تحریک ہو۔

(مقالات اقبال صہ ۶)

معلم حقیقت میں قوم کے محافظ ہیں کیونکہ آئندہ نسلوں کو سنوارنا اور ان کو ملک کی خدمت کے قابل بنانا انہیں کی قدرت میں ہے۔

(مقالات اقبال صہ ۹)

دراصل انسان کی بقا کا راز انسانیت کے احترام میں ہے جب تک تمام دنیا کی تعلیمی قوتیں اپنی توجہ کو محض احترام انسانیت کے درس پر مرکوز نہ کردیں۔ یہ دنیا بدستور درندوں کی بستی بنی رہے گی

(سال نو کا پیغام یکم جنوری ۱۹۳۸ حرف اقبال صہ ۲۲۳)
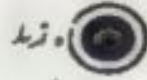
آج کل تعلیم زیادہ ہے لیکن علم نہیں۔ پہلے زمانے میں علم زیادہ تھا اور تعلیم کم۔

(روزگار فقیر جلد اول صہ ۴۳)

ایک زمانہ تھا کہ اقوام دنیا کی باہمی معرکہ آرائیوں کا فیصلہ تلوار سے ہوا کرتا تھا اور یہ فولادی حربہ دنیائے قدیم کی تاریخ میں ایک زبردست قوت تھی مگر حال کا زمانہ ایک عجیب زمانہ ہے جس میں قوموں کی بقا ان کے افراد کی تعداد۔ ان کی زندگی کا دارومدار اس کاغذی تلوار پر ہے جو علم کے نام سے موسوم کی جاتی ہے

("قومی زندگی" مقالات اقبال صہ ۳۹)

ہر فردِ قوم کا پہلا فرض ہے کہ وہ دیانت داری کے ساتھ اس تمدّنی مقصد کو پورا کرے جو قوم نے اس کے ذمے حصے رکھا ہے اور اس بات کو سمجھ جائے کہ اس کا عروج و زوال حقیقت میں قوم کا عروج و زوال ہے۔ یہی ہے وہ محنت جس کا نام عبادت رکھا گیا ہے۔

(مقالاتِ اقبال ص ۵۳)

تعلیم کا اصل مقصد نوجوانوں میں ایک ایسی قابلیت کا پیدا کرنا ہے جس سے ان میں بآحسن وجوہ اپنے تمدّنی فرائض کے ادا کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

(مقالاتِ اقبال ص ۹۰)

مسلمانوں کو تعلیم کی تمام شاخوں سے زیادہ صنعت کی تعلیم پر زور دینا چاہیئے۔

(مقالاتِ اقبال ص ۹۱)

میں صنعت و حرفت کو قوم کی سب سے بڑی ضرورت خیال کرتا ہوں اور اگر میرے دل کی پوچھو تو سچ کہتا ہوں کہ میری نگاہ میں اس بڑھئی کے ہاتھ جو تیشے کے متواتر استعمال سے کھُردرے ہو گئے ہیں ان نرم نرم ہاتھوں کی نسبت بدرجہا خوبصورت اور مفید ہیں جنہوں نے قلم کے سوا کسی اور چیز کا بوجھ محسوس نہیں کیا۔

(مقالاتِ اقبال ص ۹۱)

مسلمان قومی سیرت کے اسالیب کے لحاظ سے ایک بالکل نئے اسلوب کا ماحصل ہے جس کی عقلی زندگی کی تصویر کا پردہ اسلامی تہذیب کا پردہ نہیں ہے، حالانکہ اسلامی تہذیب کے بغیر میری رائے میں وہ صرف نیم مسلمان بلکہ اس سے بھی کچھ کم ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ اس کی خالص دنیوی تعلیم نے اس کے مذہبی عقائد کو متزلزل نہ کیا ہو۔ اس کا دماغ مغربی خیالات کی جولانگاہ بنا ہوا ہے اور میں کہتا ہوں کہ اپنی قومی روایات کے پیرایہ سے عاری ہو کر اور مغربی لٹریچر کے نشہ میں ہر وقت سرشار

رہ کر اس نے اپنی قومی زندگی کے ستون کو اسلامی مرکز ثقل سے بہت پرے ہٹا دیا ہے۔

(مقتبس بیضا پر ایک عمرانی نظر)

جہاں تک میں نے غور کیا ہے اس تعلیم سے زیادہ اس قوم کو تربیت کی زیادہ ضرورت ہے اور ملی اعتبار سے یہ تربیت علما کے ہاتھ میں ہے۔ علما کا فرض ہے کہ وہ رسولِ خدا کے اخلاق ہمارے سامنے پیش کریں۔ تاکہ ہماری زندگی حضور کے اسوۂ حسنہ کی تقلید سے خوشگوار ہو جائے اور اتباعِ سنت زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک جاری و ساری رہے۔

(خطبہ میلاد النبی۔ مقالاتِ اقبال صفحہ ۱۹۸)

مذہبی مسائل بالخصوص مذہبی مسائل کے فہم کے لئے ایک خاص تربیت کی ضرورت ہوتی ہے افسوس کہ مسلمانوں کی نئی پود اس سے بالکل کوری ہے۔

(خط بنام نیاز احمد۔ اقبال نامہ صفحہ ۲۵۹)

بحیثیت مجموعی یورپ نے اپنے باشندوں کی تعلیم و تربیت میں سے مذہب کا عنصر حذف کر دیا ہے اور کوئی نہیں بتا سکتا اس کی اس بے لگام انسانیت کا کیا حشر ہوگا۔

("علم الانساب" سے اقتباس مطبوعہ فکر اقبال)

کسی طریقۂ تعلیم کو قطعی اور آخری نہیں کہا جا سکتا۔ ہر ملک کی تعلیمی ضرورتیں مختلف ہوتی ہیں جہاں تک مسلمانوں اور مسلمان ملکوں کا تعلق ہے خالص دنیوی تعلیم سے اچھے نتائج پیدا نہیں ہوئے ہیں

(حرف اقبال۔ بیان ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۳)

میں عالم اسلام میں بہت پھرا اور عرب و عجم کو دیکھا لیکن آپ کے پیروؤں اور یاد کرنے والوں کو بہت کم لیکن ابولہب کے نام لیواؤں کو ہر جگہ پایا۔ اسلامی جوانوں کے دماغ روشن لیکن قلب و ضمیر تاریک ہو گئے ہیں ان کی جوانی نرمی و نزاکت کا نمونہ ہے۔ روحانیت سے ان کا دامن خالی ہے۔ وہ غلامی کی افتاد پر پیدا ہوئے ہیں اور اسی طرح کی نسلیں یکے بعد دیگرے جنم لے رہی ہیں۔ وہ خوئے غلامی میں اتنے پختہ ہیں کہ آزادی کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔ تعلیم جدید نے ان سے دینی احساسات چھین کر انہیں بے حیثیت بنا دیا ہے۔ وہ مغرب کے پیچھے دیوانہ وار چلے جا رہے ہیں وہ مغرب سے بھیک مانگتے اور اس کے اپنی روح اور ضمیر کو بیچتے ہیں۔

(شکوہ و مناجات ۱۹۳۶)

مسلمان نوجوانوں کی تعلیمی اساس اگر دینی اور اخلاقی نہ ہو تو اس میں سرچشمی بلند نظری اور خود داری کے اوصاف حسنہ نہیں پیدا ہو سکتے جو اسلامی سیرت کے لئے مابہ الامتیاز ہیں

(انجمن حمایت اسلام کے عزائم - مقالات ص۲۱۲)

ہمارے کالجوں کی پروفیسری میں علمی کام تو ہوتا نہیں البتہ ملازمت کی ذلتیں مزدوری سہنی پڑتی ہیں

(آثار اقبال)

مجھے رہ رہ کر یہ رنج ہوا ہے کہ مسلمان طالب علم جو اپنی قوم کے عمرانی اخلاقی اور سیاسی تصورات حالات اور بیس سال تک قائم رہی تو وہ اسلامی روح جو قدیم اسلامی تہذیب کے چند علمبرداروں کے فرسودہ قالب میں ابھی تک زندہ ہے ہماری جماعت کے جسم سے بالکل ہی نکل جائے گی۔ وہ لوگ جنہوں نے تعلیم کا یہ اصل الاصول قائم کیا تھا کہ ہر مسلمان بچے کی تعلیم کا آغاز کلام مجید کی تعلیم سے

ہونا چاہیئے وہ ہمارے مقابلے میں ہماری قوم کی ماہیت و نوعیت سے زیادہ باخبر تھے۔

(ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر)

میں اس امر کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس کر رہا ہوں کہ ہماری درسگاہوں میں مذہبی تعلیم بھی ہونی چاہیئے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ میں بحیثیت ایک ہندوستانی کے مذاہب کو سوراج پر مقدم خیال کرتا ہوں۔ ذاتی طور پر مجھے سوراج سے کوئی واسطہ نہ ہوگا جو مذہب سے بے نیاز ہو۔

(مدراس کے اخبار "سوراجیہ" کے نمائندے کو انٹرویو ۱۹۲۹ء)

کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے۔

(میلاد النبی مطبوعہ "صوفی" اکتوبر ۱۹۲۹ء۔ مقالات اقبال صفحہ ۱۹۲)

مسلمان کو بے شک علوم جدیدہ کی تیز رفتار کے قدم بقدم چلنا چاہیئے لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی تہذیب کا رنگ خالص اسلامی ہو اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک ایسی یونیورسٹی موجود نہ ہو جسے ہم اپنی قومی تعلیم کا مرکز قرار دے سکیں۔

(ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر)

ہزار کتب خانہ ایک طرف اور باپ کی نگاہ شفقت ایک طرف

(اکبر الہ آبادی کے نام خط)

تعلیم کا تمام تر غیر دینی ہو جانا مسلمانوں کے لئے مصیبت کا باعث بنا ہوا ہے

(اقبال نامہ صـــ ۲۵۹)

ہم بوڑھوں کے لئے شرم کا مقام ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کو ان اقتصادی، سیاسی بلکہ مذہبی بحرانوں کا مقابلہ کرنے قابل نہ بنا سکے۔ جو زمانہ حاضر میں انہیں پیش آنے والے ہیں

(خطبہ صدارت مسلم کانفرنس ۱۹۳۲)

عہدِ حاضرہ کے عام مسلمان تاریخِ اسلام سے بالکل بے بہرہ ہیں۔

(تقریظ - تاریخ حریت اسلام از فوق)

شاعری

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں، ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ

شاعری میں منطقی صداقت کی تلاش فضول ہے۔ تخیل کا نصب العین حسن ہے نہ کہ صداقت۔ کسی طرح شاعر کی عظمت کے ثبوت میں اس کے کلام کے وہ نمونے پیش نہ کیجیے جو آپ کی رائے میں سائنسی صداقت کے ترجمان ہیں۔

(شذراتِ فکرِ اقبال ص ۷۵)

فلسفہ بوڑھا بنا دیتا ہے شاعری تجدید شباب کرتی ہے۔

(شذراتِ فکرِ اقبال ص ۱۵۹)

مجھ کو فکرِ شعر کی جو تحریک پیدا ہوتی ہے اس کو جنسی تحریک سے مماثل قرار دیا جا سکتا ہے اور حالتِ حمل سے بھی۔ جب تک میں اس تحریک کی تعمیل میں اشعار نہیں کہہ لیتا مجھے سکون میسر نہیں ہوتا اور وہ سکون تھکان اور ماندگی لئے ہوتا ہے۔

(ذکرِ اقبال ص ۲۴۶)

میں نے نہ کبھی اپنے آپ کو شاعر سمجھا۔ اسی واسطے کہ میرا کوئی رقیب نہیں اور نہ میں کسی کو اپنا رقیب سمجھتا ہوں۔ فنِ شاعری سے کبھی مجھے دلچسپی نہیں رہی۔ ہاں بعض خاص مقاصد رکھتا ہوں جن کے بیان کے لئے حالات و روایات کی رو سے میں نے نظم کا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔

(اقبال نامہ ص ۱۹۵)

ترشے ہوئے ہیروں جیسے آبدار لفظوں میں حافظ نے بلبل کی غیر شعوری روحانیت کی مٹھاس بھر دی ہے۔ (شذراتِ فکرِ اقبال ص ۱۹۷)

ماہر نفسیات تیرتا ہے اور شاعر غوطہ لگاتا ہے۔

(شذرات فکر اقبال صـ۱۵۴)

آرنلڈ نے شعر کو تنقید حیات قرار دیا ہے لیکن یہ بات بھی یکساں طور پر درست ہے کہ خود حیات تنقیدِ شعر ہے۔

(شذرات فکر اقبال صـ۹)

میری رائے میں مرزا غالب کا فارسی کلام شاید مسلمانانِ ہند کی جانب سے وہ واحد پیشکش ہے جس سے ملت کے عام ادبی سرمائے میں کوئی مستقل اضافہ ہوا ہے۔ غالب یقیناً ان شعراء میں سے ہے جن کا ذہن اور تخیل انہیں مذہب اور قومیت کے تنگ حدود سے بالاتر مقام عطا کرتا ہے۔

(شذرات فکر اقبال صـ۱۰۲)

قومیں شعراء کی دستگیری سے پیدا ہوتی ہیں اور اہل سیاست کی پامردی سے نشوونما پاکر مر جاتی ہیں

(کابل میں ایک تقریر۔ مقالات اقبال صـ۲۱۹)

جب شاعر کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں تو دنیا کی بند ہوتی ہیں اور جب شاعر کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتی ہیں تو دنیا کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

(روزگار فقیر جلد اوّل صـ۶۵)

شاعر قوم کی زندگی کی بنیاد کو آباد بھی کر سکتا ہے اور برباد بھی ۔

(مقالاتِ اقبال صفحہ ۲۱۸)

اگر کسی شاعر کے اشعار اغراض زندگی میں ممد ہیں تو وہ شاعر اچھا ہے اگر اس کے اشعار زندگی کے منافی ہیں تو وہ شاعر خصوصاً قومی اعتبار سے مضرت رساں ۔

(مضمون اسرار خودی اور تصوف - ۱۹۱۶)

(مقالات اقبال صفحہ ۱۶۶)

شاعر کے لٹریری اور پرائیویٹ خطوط سے اس کے کلام پر روشنی پڑتی ہے اور اعلیٰ درجے کے شعرا کے خطوط شائع کرنا لٹریری اعتبار سے مفید ہے ۔

(خط بنام حاجی محمد احمد خان ۔ انوار اقبال صفحہ ۱)

میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے ہیگل، گوئٹے، غالب، بیدل اور ورڈز ورتھ سے بہت استفادہ کیا ہے۔ ہیگل اور گوئٹے نے اشیا کی باطنی حقیقت تک پہنچنے میں میری رہنمائی کی۔ بیدل اور غالب نے مجھے یہ سکھایا کہ مغربی شاعری کی شاعری کی اقدار اپنے اندر سمو لینے کے باوجود اپنے جذبے اور اظہار میں مشرقیت کی روح کیسے زندہ رکھوں اور ورڈز ورتھ نے طالب علمی کے زمانے میں مجھے دہریت سے بچا لیا۔

(شذرات فکر اقبال صفحہ ۱۰۵)

شاعری میں کسی پیر استاد کی کوئی ضرورت نہیں ۔

(ذکر اقبال صفحہ ۲۶۱)

دنیا میں جلیل القدر انبیاء کے سوا کوئی اور مثال نہیں ملتی کہ کسی شخص نے خود ہی کوئی نظریہ قائم کیا ہو اور خود ہی اس پر عمل کر کے دکھایا ہو۔ اگر میں اپنی پیش کردہ تعلیمات پر عمل بھی کرتا تو شاعر نہ ہوتا بلکہ مہدی ہوتا۔

(سیرت اقبال ص۱۱۵)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آج میں یہ راز بھی بتا دوں کہ میں نے کیوں فارسی زبان میں شعر کہنے شروع کئے۔ بعض اصحاب خیال کرتے رہے ہیں کہ فارسی زبان میں نے اس لئے اختیار کی کہ میرے خیالات زیادہ وسیع حلقے میں پہنچ جائیں حالانکہ میرا مقصد اس کے بالکل برعکس تھا۔ میں نے اپنی مثنوی ابتداً صرف ہندوستان کے لئے لکھی تھی اور ہندوستان میں فارسی سمجھنے والے بہت کم تھے میری غرض تھی کہ جو خیالات میں باہر پہنچانا چاہتا ہوں وہ کم از کم حلقے تک پہنچیں۔ اس وقت مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ مثنوی ہندوستان کی سرحدوں سے باہر یا سمندر چیر کر یورپ پہنچ جائیگی۔ بلاشبہ یہ صحیح ہے کہ اس کے بعد فارسی نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اور میں اسی زبان میں شعر کہتا رہا۔

(گفتار اقبال ص۲۳۵)

خواجہ حافظ پر جو اشعار میں نے لکھے تھے ان کا مقصد محض ایک لٹریری اصول کی تشریح اور توضیح تھا۔ خواجہ کی پرائیویٹ شخصیت یا ان کے معتقدات سے سروکار نہ تھا مگر عوام اس باریک امتیاز کو سمجھ نہ سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس پر بڑی لے دے ہوئی۔ اگر لٹریری اصول یہ ہو کہ حسن حسن ہے خواہ اس کے نتائج مفید ہوں یا مضر تو خواجہ دنیا کے بہترین شعرا میں سے ہیں۔

(خط بنام اسلم جیراجپوری اقبال نامہ ص۵۲)

اردو شاعری ہندوستان کے دور انحطاط کی پیداوار ہے اس لئے کمزور غیر فطری اور حد درجے کی مصنوعی ہے۔

(افکار اقبال ص۳۵)

حقیقت میں میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی نسبت دنیائے شاعری سے کچھ بھی نہیں اور نہ کبھی میں نے سنجیدگی سے اس طرف توجہ کی ہے۔

(اقبال نامہ صـ۱۳۷)

فن شاعری سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ ہاں بعض مقاصد خاص عزیز رکھتا ہوں جن کے لئے اس ملک کے حالات و روایات کی رو سے میں نے نظم کا طریقہ اختیار کر لیا ورنہ

نہ بینی خیر ازاں مرد فرو دست ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ کہ بر من تہمت شعر و سخن بست

(خط بنام سلیمان ندوی۔ اقبال نامہ صـ۱۹۵)

حافظ کے رنگ میں بہت کچھ نغمہ سرائی کر چکے اس وقت رومی کے تلمذ کی ضرورت ہے

(دیباچہ پیام مشرق)

اقبال اپنی نگاہ میں

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

قسم ہے خدائے ذوالجلال کی جس کے قبضہ میں میری جان اور آبرو ہے اور قسم ہے اس بزرگ و برتر وجود کی جس کی وجہ سے مجھے خدا پر ایمان نصیب ہوا اور مسلمان کہلاتا ہوں۔ دنیا کی کوئی قوت مجھے حق کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ انشاءاللہ اقبال کی زندگی مومنانہ نہیں لیکن اس کا دل مومن ہے۔

(خط بنام غلام بھیک نیرنگ۔ اقبال نامہ ص ۲۰۷)

میرے نزدیک عوام کی زندگی میں "قدیم" ایک ایسا ہی ضروری عنصر ہے جیسا کہ "جدید" بلکہ میرا ذاتی میلان "قدیم" کی طرف ہے۔

(خط بنام سلیمان ندوی۔ اقبال نامہ ص ۱۴۸)

انسان ہونے کی حیثیت سے مجھے بھی حصولِ مسرت کا حق ہے اگر معاشرہ یا فطرت مجھے اس حق سے محروم رکھنا چاہے تو میں دونوں سے بغاوت کروں گا۔

(خط بنام عطیہ بیگم ، د اقبال صفحہ ۴۸)

صبح چار بجے کبھی تین بجے اٹھتا ہوں پھر اس کے بعد نہیں سوتا سوائے اس کے کہ مصلّی پر اونگھ جاؤں۔

(خط بنام مہاراجہ کشن پرشاد ۱۹۱۶)

مجھے شلوار، پتلون سے زیادہ پسند ہے۔

(بحوالہ جاوید اقبال۔ حیات اقبال ص ۱۲۶)

میری زندگی سیدھی سادی، دیانت دارانہ زندگی ہے۔ میرا دل میری زبان سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ لوگ ریاکاری کا احترام اور تعریف کرتے ہیں۔ میں ریاکاری سے حاصل کی ہوئی شہرت، عزت اور عقیدت کے مقابلے میں اس بات کو ترجیح دوں گا کہ گمنامی میں مرجاؤں اور کوئی مجھ پر آنسو بہانے والا نہ ہو۔

(خط بنام عطیہ۔ صـ۵۸)

میں نے کبھی دوسرے شخص کے ضمیر کی پیروی نہیں کی۔ میں اس آدمی کو اسلام اور انسانیت کا غدار سمجھتا ہوں جو دوسروں کے ضمیر کی پیروی کرتا ہے۔

(اقبال کا سیاسی کارنامہ صـ۱۵۹)

"میری خامیوں سے مجھے ضرور آگاہ کیجئے، آپ کو زحمت تو ہوگی لیکن مجھے فائدہ ہوگا"

(خط بنام سلیمان ندوی)

مہدی و مسیح کے متعلق جو احادیث ہیں ان پر علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں مفصل بحث کی ہے۔ ان کی رائے میں یہ تمام احادیث کمزور ہیں جہاں تک اصول فن تنقید احادیث کا تعلق ہے میں بھی ان کا ہم نوا ہوں مگر اس بات کا قائل ہوں کہ مسلمانوں میں کسی بڑی شخصیت کا ظہور ہوگا۔ احادیث کی بنا پر نہیں بلکہ اور بنا پر میرا عقیدہ یہی ہے۔

(الزار اقبال صـ۱۴۴)

میں نے اکثر دانائی سے آنکھ مچولی کھیلی ہے اسے ہمیشہ عزم کی چٹانوں کے پیچھے چھپتے پایا۔

(شذرات فکر اقبال صـ۱۶۸)

میں سچ کہتا ہوں کہ مخالف کو بھی نرمی سے سمجھاؤ۔ قلب کی فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ محبت سے رام ہو سکتا ہے۔ مخالفت اور عداوت سے رام نہیں ہو سکتا۔

(گفتارِ اقبال صـ ۱۹)

میں خود مسلمانوں کے انتشار سے بے حد دردمند ہوں مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ نہایت پست فطرت ہے۔

(خط بنام سلیمان ندوی)

میرے کلام پر ناقدانہ نظر ڈالنے سے پہلے حقائقِ اسلامیہ کا مطالعہ ضروری ہے۔

(خط بنام آل احمد سرور)

کسی شخص کا دوسرے کی رائے پر بلا سوچے سمجھے چلنا میں اسلام اور انسانیت کے منافی سمجھتا ہوں۔

(حرفِ اقبال بیان ۴ جولائی ۱۹۳۲)

اگر بیداریٔ ہندوستان کی تاریخ میں میرا نام تک بھی نہ آئے تو مجھے قطعاً اس کا ملال نہیں۔ مقصود تو بیداری تھا۔

(عشرت رحمانی کے نام خط)
(اقبال نامہ صـ ۲۷۴)

میں اپنے شعروں کا مطلب بیان کر کے ان کے معنی کو محدود نہیں کرنا چاہتا میرا کام لکھنا تھا لکھ چکا۔ سمجھنا آپ کا کام ہے۔

(بروایت حفیظ ہوشیار پوری
ملفوظات صـ ۱۳۷)

اقبال کلمہ حق کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ ہاں کھلی جنگ اس کی فطرت کے خلاف ہے

(عبدالماجد دریابادی کے نام خط۔ اقبال نامہ ص ۲۳۲)

نوجوانوں کی آئندہ نسلیں میری مٹھی میں ہیں۔

(ملفوظات ص ۳۴۲۔ عبدالرشید طارق)

یورپ نے مجھے بدعت کا چسکا ڈال دیا ہے تاہم میرا مسلک وہی ہے جو قرآن کا ہے۔

(سید سلیمان ندوی کے نام خط)

ٹیگور عملی آدمی ہے اور اس کی شاعری میں امن و خاموشی کا پیغام ہے میری شاعری میں جد وجہد کا ذکر ہے۔ لیکن میں عملی آدمی نہیں ہوں۔

(بشیر احمد۔ ملفوظات ص ۲۸)

بحث نہ کرنا میرا اشعار ہے بلکہ جہاں کہیں بحث ہو رہی ہو وہاں سے گریز کرتا ہوں۔

(اقبال نامہ حصہ دوم ص ۱۹۱)

میرے کلام کی مقبولیت محض فضل ایزدی ہے۔ ورنہ اپنے آپ میں کوئی ہنر نہیں رکھتا اور اعمال صالحہ کی شرط بھی مفقود ہے۔

(اقبال نامہ ص ۲۳۵)

" ایک دوسری بات جس پر میں زور دینا چاہتا ہوں۔ وہ ہمارا انکشاف ماضی ہے۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو صرف اپنے ماضی میں محبت کرتے ہیں۔ میں تو مستقبل کا معتقد ہوں مگر ماضی کی ضرورت مجھے اس لیے ہے کہ میں حال کو سمجھوں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ سرچشمۂ تہذیب و شائستگی کو سمجھا جائے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ آج دنیائے اسلام میں کیا ہورہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ماضی کو سمجھیں۔

(علی گڑھ مسلم طلبا کے سپاسنامہ کا جواب ۱۹۲۹)

وسط ایشیا کے دل پر ایک پپڑی جمی ہوئی ہے اور میں اس کو صاف کر دینا چاہتا ہوں

(میاں بشیر احمد کے نام خط)

میں بڑے بڑے مجمعوں میں محض اس لئے نہیں جاتا کہ لوگ دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں اقبال آیا مجھے اس قسم کی شہرت سے بہت الجھن ہوتی ہے۔

(مکاتیب اقبال ص۴۲)

افکارِ پریشاں

ع کہہ ڈالے قلندر نے اسرارِ کتاب آخر

پیغمبر ایک باعمل شاعر ہوتا ہے۔

(شذرات فکر اقبال صہ ۱۴۹)

ضرورت سے زیادہ کی ہوس کرنا مدپہ کا لالچ ہے جو کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں

(خط بنام راس مسعود اقبال نامہ صہ ۳۶۳)

قوت باطل کو چھو لیتی ہے تو باطل حق میں بدل جاتا ہے۔

(شذرات فکر اقبال صہ ۱۳۳)

خوشامد مبالغہ آمیز خوش خُلقی ہے

(شذرات فکر اقبال صہ ۱۴۲)

ہر شخص کی طبیعت آسمان سے ملتی ہے اور زبان زمین سے

(عبدالمجید سالک سے گفتگو)

تمدن (CIVILIZATION) کا تعلق باہر کی دنیا سے ہے اور تہذیب کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے۔

(ڈاکٹر سید عبداللہ۔ ملفوظات صہ ۱۱۳)

قومیں شعرا کے دلوں میں جنم لیتی ہیں اور سیاست دانوں کے ہاتھوں میں پلتی اور مرجاتی ہیں

(شذرات فکر اقبال ص ۱۴۸)

جو مسائل انسان حل نہ کر سکے قدرت خود انہیں حل کرتی ہے۔

(مہاراجہ کرشن پرشاد کے نام خط)

شوق خود مرشد ہے۔

(فیضان اقبال ص ۱۳۵)

درویشوں کے قافلے میں جو لذت و راحت ہے وہ امیروں کی معیت میں کیونکر نصیب ہو سکتی ہے۔

(غلام میراں شاہ کے نام)

علم کی ابتدا محسوس سے ہوتی ہے

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ خطبہ پنجم ص ۲۰۳)

جدوجہد کرنے والی قومیں وقت کو دن رات مہینے اور سال کے پیمانے سے نہیں بلکہ سعی اور حصول کے پیمانے سے ناپتی ہیں۔

(انوار اقبال ص ۳۷)

دنیا کی کوئی قوم اپنے ماضی سے قطع نظر نہیں کر سکتی۔ اسلئے کہ یہ ان کا ماضی ہی تھا جس سے ان کی موجودہ شخصیت متعین ہوئی۔

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ ص ۳۵۸)

ضبط نفس افراد میں ہو تو خاندانوں کی تعمیر ہوتی ہے۔ قوموں میں ہو تو سلطنتیں قائم ہوتی ہیں

(شذرات فکر اقبال صـ ۱۳۹)

مصیبت ایک عطیہ خداوندی ہے تاکہ انسان پوری زندگی کا مشاہدہ کرلے۔

(شذرات فکر اقبال)

یاد رکھو کہ انبیاء اور مصلحین کو چھوڑ کر جو لوگ بے ضرورت اٹھتے بیٹھتے تقریریں کرتے رہتے ہیں ان میں روحانیت کا فقدان ہوتا ہے۔

(علمی جواہر ریزے - عبدالمجید)

موجودہ دنیا اپنے تمام علم و تہذیب اور صنائع بدائع سمیت مسلمانوں کی مخلوق ہے۔

(اقبال کامل صـ ۹۷)

انصاف ایک بیش بہا خزانہ ہے لیکن ہمیں لازم ہے کہ اسے رحم کی دستبرد سے محفوظ رکھیں

(شذرات فکر اقبال صـ ۸۴)

تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص و دیانت کے لوگ بہت دشمن ہیں۔

(انوار اقبال صـ ۲۴۶)

دولت جوہر مردانگی کی موت ہے اس سے جرأت اور بہادری جاتی رہتی ہے۔

(ملفوظات صـ۲۲۹)

اس وقت وہی قوم محفوظ رہے گی جو اپنی ملی روایات پر قائم رہ سکے گی

(مکاتیب اقبال صـ۹)

زمانہ انحطاط میں تقلید اجتہاد سے بہتر ہے۔

(فیضان اقبال صـ۲۲۲)

یورپ کی بنی ہوئی چیزیں خوبصورت ضرور ہوتی ہیں مگر ان میں اخلاقی زہر ہوتا ہے۔

(روایت الطاف حسین۔ ملفوظات)

مشرقی اقوام کو مغربی تہذیب پر تنقید کی ضرورت ہے اس کی تقلید کی ضرورت نہیں۔

(اقبال نامہ جلد دوم)

فقر کی پہلی منزل کسب حلال ہے۔ نور ایمان بھی کسب حلال ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

(ذکر اقبال صـ۲۴۶)

تاریخ ایک طرح کا ضخیم گراموفون ہے جس میں قوموں کی صدائیں محفوظ ہیں

(شذرات فکر اقبال ص۱۴۰)

زندگی میں کامیابی کا انحصار عزم پر ہے نہ کہ عقل پر

(شذرات فکر اقبال ص۱۴۲)

افسوس ہوتا ہے کہ کسی نے جرمن مفکر نٹشے کے سامنے اسلامی نقطۂ نظر پیش نہ کیا قرآن سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے اپنے فلسفہ میں انکار الٰہیت کی تعلیم دینا پڑی حالانکہ اس کے بنیادی خیالات اسلام سے قریب ہیں۔

(آثار اقبال ص۹)

اگر آپ عوامی رہنما بننا چاہتے ہیں تو عوام کو پرچانے اور رجھانے کا گُر آپ کو جاننا چاہیئے فرسودہ اقوال اور اگر ضرورت ہو تو دروغ بافی سے ان کی تواضع کیجیے۔

(شذرات فکر اقبال ص۱۴۳)

مخیّر انسان دراصل غیر مخیّر کی مدد کرتا ہے نہ کہ محتاج کی کیونکہ جو کچھ کسی محتاج کو دیا جاتا ہے وہ فی الواقع ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جو محتاجوں کو کچھ نہیں دیتے۔ اس طرح غیر مخیّر انسان فیض رسانی سے بے نیاز رہتا ہے اور مخیّر انسان اس کا بدلہ چکاتا ہے یہ ہے خیرات کی معاشیات۔

(شذرات فکر اقبال ص۶۶)

انسانی قلب کے لئے اس سے بڑھ کر زبوں بختی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا خلوص پروردۂ اغراض و مقاصد ہو۔

(عقد بنام کرشن پرشاد)

اگر کسی قوم کی بداخلاقی اس قدر بڑھ جائے کہ اس سے ہمسایہ قوم کے اخلاق تباہ ہونے کا اندیشہ ہو جائے تو ہمسایہ مسلمان حکومت کا فرض ہے کہ بزورِ شمشیر اور اس قوم میں سے خرابی کو مٹانے کی کوشش کرے۔

(ملفوظات صـ ۱۲۶ روایت عبدالوحید)

ہمارے نبی نے ہدایت کی تھی کہ جبکہ مکہ معظمہ یا مدینہ کی آبادی ایک حد سے تجاوز کر جائے تو لوگ دوسرا شہر آباد کر لیں۔ یہ حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ اگر کسی شہر کی آبادی ایک مقررہ حد سے بڑھ جائے تو اس کی تہذیبی قوت و اثر کے عناصر کم ہو جاتے ہیں اس لیے کیا اچھا ہو کہ ہر شہر کی ایک خاص حد مقرر کر دی جائے۔

(روزگار فقیر صـ)

جو قوم دوسری قوموں کے متعلق اپنے دل میں بدخواہی کی پرورش کرتی ہے نہایت پست فطرت اور رذیل قوم ہے۔

(فیضانِ اقبال)

تعصب ایک گروہ کی اپنی منفرد ہستی کو مشخص کرنے کی کوشش کے سوا کچھ نہیں

(افکار پریشاں)

مصیبت کی طرح گمراہی بھی تنہا نہیں آتی۔

(حسین احمد مدنی کے نام)

جو دعا دل کی گہرائیوں سے نکلے ضرور قبول ہوتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ دعا کا اثر فوراً ظاہر ہو۔ بعض دعائیں تو ایسی بھی ہوتی ہیں جن کا اثر کہیں موت کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔

(روزگار فقیر ص ۸۲)

مہمان نوازی پیغمبروں کا خاصہ ہے

(روزگار فقیر ص ۸۳)

ملامت کا خوف رکھنا ہمارے مذہب میں حرام ہے۔

(سراج الدین پال کے نام؛ انوار ص ۳۵)

اسکر وائلڈ کی روح انگریز کم سے زیادہ ایرانی ہے۔

(شذرات فکر اقبال ص ۱۱۹)

وقت ایسی شمشیر ہے جس کی آب زندگی سے عبارت ہے جس ہاتھ میں یہ شمشیر ہو وہ دستِ کلیم سے زیادہ روشن ہوتا ہے۔ اس شمشیر کی ایک ضرب سے پتھروں سے چشمے ابل پڑتے ہیں اور سمندر

خشک ہو جاتے ہیں۔ اسی شمشیر سے حضرت موسیٰؑ نے دریائے احمر کے سینے کو چاک کیا اور قلزم کو مثل خاک کے خشک کر دیا۔ حضرت علیؓ کے دستِ مبارک میں یہی سیفِ روزگار تھی جس سے ان کی فتوحات عمل میں آئیں۔

(اسرارِ خودی)

اسلام کی نظر فرد کے ذاتی شرف پر ہے حسب و نسب پر نہیں ہے۔

(اقبال کے حضور صہ ۱۴۹)

خدا نے اشیا تخلیق کیں اور انسان نے اشیا کی اقدار

(شذرات فکرِ اقبال صہ ۱۳۱)

انگریزی کہاوت ہے کہ شیطان کو یاد کرو تو وہ یقیناً آموجود ہوتا ہے یہ بات خدا پر بھی یکساں صادق آتی ہے۔

(شذرات فکرِ اقبال صہ ۱۵۳)

اگر عالم پہلے سے بندھے ٹکے مقاصد کے حصول کا پابند ہے تو ہماری دنیا آزاد ذمہ دار اور اخلاقی انسانوں کی دنیا نہ ہوگی بلکہ وہ ایسی کٹھ پتلیوں کی تماشا گاہ بن جائے گی جس کی ڈور کو پیچھے سے کوئی کھینچ کر حرکت دیتا ہو۔

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ صہ ۵۲)

اس گوہر نایاب کی تلاش میں رہو جو بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں مل سکتا بلکہ کسی خرقہ پوش کے پاؤں کی خاک میں اتفاقیہ مل جاتا ہے۔

(خط بنام فوق۔ اکتوبر ۱۹۰۴)

بقائے دوام ایک انعام ہے ہمارا حق نہیں ہمیں چاہیئے اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کریں

(اقبال کے حضور ص ۱۶۱)

کامیاب زندگی "احسن عملاً" کی زندگی ہے اور اس کا نتیجہ فلاح

(اقبال کے حضور ص ۸۴)

قوموں میں تبدیلیاں دفعتاً نہیں بلکہ چپ چاپ اور بتدریج رونما ہوا کرتی ہیں۔ یہ ایک عمل ہے جو آپ ہی آپ شروع ہوتا اور آپ ہی آپ جاری رہتا ہے۔

(اقبال کے حضور ص ۱۳۴)

آئندہ نسلوں کی فکر کرنا ہمارا فرض ہے۔

(منشی صالح محمد کے نام خط)

زندگی کا مقصد زندگی ہے موت نہیں

(مقالات اقبال، ص ۱۴۰)

محبت ایک شوخ و شریر بچے کی طرح ہے وہ ہماری انفرادیت کی تعمیر کرتا ہے اور پھر چپکے سے ہمارے کان میں کہہ دیتی ہے "اسے تیاگ دو"

شذرات فکر اقبال صـ۱۶۸

اغراض کا شائبہ خلوص کو مسموم کر دیتا ہے آئینہ دل گرد غرض سے پاک رکھنا چاہیئے

(خط بنام کرشن پرشاد ۱۹ مارچ ۱۹۲۳)

پندار کی تسکین میں ہمارے لئے معاشی پہلو بھی ہے۔ آپ مجھے ہسپتال اسسٹنٹ کی بجائے سب اسسٹنٹ سرجن کہیں تو میں بالکل مطمئن ہو جاؤں گا خواہ آپ میری تنخواہ میں کوئی اضافہ نہ کریں۔

(شذرات فکر اقبال صـ۲۹)

جنگ سے اگر ایک طرف صفات عالیہ کو تحریک ہوتی ہے تو دوسری جانب ادنٰی سے ادنٰی اور سفلی سے سفلی جذبات اُبھر آتے ہیں۔

(نذیر نیازی - اقبال کے حضور صـ۱۶۸)

عصر حاضر کو آج ایک رومی کی ضرورت ہے جو دلوں کو زندگی امید اور ذوق و شوق کے جذبات سے معمور کر دے۔

(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ صـ۱۸۳)

حب الوطنی صحیح طور پر ایک قدرتی نیکی ہے انسان کی اخلاقی زندگی میں ایک خاص درجہ رکھتی ہے تاہم جو چیز دراصل اہمیت رکھتی ہے وہ انسان کا عقیدہ ہے اس کی تہذیب ہے۔ اس کی تاریخی روایت ہے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کے لئے انسان کو زندہ رہنا چاہئے۔

(خطبہ صدارت۔ لاہور ۱۹۳۱)

افسوس مسلمانوں پر حب مال غالب ہے۔

(راغب حسن کے نام خط)

محبت اکسیر سے بڑھ کر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اکسیر ادنیٰ دھاتوں کو سونا بنا دیتی ہے لیکن محبت تمام سفلی جذبات کو خود پاکیزہ وجود میں تبدیل کر دیتی ہے۔

(شذرات فکر اقبال صـ۱۱)

افراد اور اقوام فنا پذیر ہیں لیکن تصورات جہان کی اولاد معنوی ہیں ہرگز فنا نہیں ہوتے۔

(شذرات فکر اقبال صـ۱۱۹)

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو خرقہ پوش امیروں کی ہم بزمی میسر ہے۔

(خط بنام کرشن پرشاد)

انسان کو ہمیشہ اس امر کا احساس رہنا چاہیئے کہ نیک عمل کبھی ضائع نہیں جاتا۔ یہ خیال غلط ہے کہ اس کا اجر صرف آئندہ زندگی میں ملتا ہے۔

(اقبال کے حضور ص ۱۶۹)

اقبال

اگر آپ ایک بڑے کتب خانے کے مالک ہیں اور اس کی ساری کتابیں آپ کے علم میں ہیں تو اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ امیر ہیں لیکن ضروری نہیں کہ آپ مفکر بھی ہوں آپ کے بڑے کتب خانے کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ بہت سے آدمیوں کی فکری خدمات حاصل کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔

(شذرات فکر اقبال ص ۱۴۴)

امور کے فیصلے آسمان پر ہوتے ہیں زمین پر محض ان کا اشتہار دیا جاتا ہے۔

(کرشن پرشاد کے نام خط)

آزاد خیالی کی تحریک اسلام کا نازک ترین لمحہ بھی ہے۔ آزاد خیالی کا رجحان بالعموم تفرقہ اور انتشار کی طرف ہوتا ہے۔

(تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ ص ۲۵۳)

اگر انسان کو معلوم ہو جائے کہ اس کے ضمیر میں لذت سرور کے تمام سامان موجود ہیں تو کبھی بیرونی لذتوں میں سرگرداں نہ ہو۔

(خطوط اقبال ص ۱۵)

طاقت کا سرچشمہ فراست ہے۔

(اقبال نامہ ص ۴۴۵)

کتابیات

۱	انوارِ اقبال نامہ	بشیر احمد ڈار
۲	گفتارِ اقبال	محمد رفیق افضل
۳	اقبال نامہ	عطاء اللہ
۴	مکاتیب اقبال	نیاز الدین
۵	مکتوباتِ اقبال	نذیر نیازی
۶	خطوطِ اقبال	رفیع الدین ہاشمی
۷	شاد اقبال	محی الدین قادری
۸	مقالات اقبال	عبدالواحد معینی
۹	حرف اقبال	لطیف شیروانی
۱۰	ملت بیضا پر ایک نظر	اقبال
۱۱	تشکیل جدید الہیات اسلامیہ	مترجم نذیر نیازی
۱۲	فلسفۂ عجم	اقبال
۱۳	علم الاقتصاد	اقبال
۱۴	اسرار خودی	اقبال
۱۵	پیام مشرق	اقبال
۱۶	جاوید نامہ	"
۱۷	اقبال	عطیہ بیگم
۱۸	اقبال کے خطوط جناح کے نام	ترجمہ جہانگیر عالم
۱۹	سیرتِ اقبال	طاہر فاروقی
۲۰	ذکر اقبال	عبدالمجید سالک
۲۱	فکر اقبال	خلیفہ عبدالحکیم

۴۷	اقبال کا سیاسی کارنامہ	محمد احمد خاں
۴۸	اقبال شناسی	ممتاز رضا۔ شمیم حیات سیال
۴۹	روحِ اقبال	یوسف حسین
۵۰	اقبال ٹڑا اپدیشک	شمیم حیات سیال

رسائل

۱	البیان	اقبال نمبر	دسمبر	۱۹۳۹ء
۲	نیرنگِ خیال			۱۹۳۲ء
۳	روزنامہ "انقلاب"	"		۱۹۳۸ء
۴	" "			۱۹۳۲ء
۵	طریقت			۱۹۱۴ء
۶	"وکیل" امرتسر			۱۹۱۵ء
۷	"زمانہ" کانپور			۱۹۰۶ء
۸	"زمیندار"		۲۱ نومبر	۱۹۲۶ء
۹	سول اینڈ ملٹری گزٹ		۳۰ جولائی	۱۹۳۰ء
۱۰	انقلاب۔		۱۹ اکتوبر	۱۹۳۷ء
۱۱	ماہ نو	اقبال نمبر		۱۹۷۰ء
۱۲	ادبی دنیا	"		
۱۳	راوی	"		